لکھنؤ
تعمیرِ حیات
پندرہ روزہ

TAMEER-E-HAYAT
FORTNIGHTLY
NADWATUL-ULAMA. LUCKNOW-226007 (India)
PHONE : 72336 73664

آپ کیا بننا پسند کریں گے

حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ :-

جو شخص دنیا کی دولت بطریقِ حلال اس مقصد سے حاصل کرنا چاہے، تاکہ اس کو دوسروں سے سوال کرنا نہ پڑے اور اپنے اہل و عیال کے لیے روزی اور آرام و آسائش کا سامان مہیا کر سکے، اور اپنے پڑوسیوں کے ساتھ بھی وہ احسان اور سلوک کر سکے تو قیامت کے دن وہ اللہ کے حضور میں اس شان کے ساتھ حاضر ہوگا کہ اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن اور چمکتا ہوگا۔

اور جو شخص دنیا کی دولت حلال ہی طریقہ سے اس مقصد سے حاصل کرنا چاہے کہ وہ بہت بڑا مالدار ہو جائے اور اس دولتمندی کی وجہ سے وہ دوسروں کے مقابلہ میں اپنی شان اونچی دکھا سکے اور لوگوں کی نظروں میں بڑا بننے کے لیے داد و دہش کر سکے، تو قیامت کے دن وہ اللہ کے حضور میں اس حال میں حاضر ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اس پر سخت غضبناک ہوگا۔

معارف الحدیث (جلد دوم)
حضرت مولانا محمد منظور نعمانی

فی شمارہ ۱/۵۰
سالانہ چندہ پینتیس ۳۵ روپے
۲۵ر نومبر ۱۹۸۷ء

جب خریدیں تب اصلی
نقلی نورانی تیل ہرگز نہ خریدیں
* اگر نورانی تیل کے لیبل پر لائسنس نمبر U-18/77 چھپا ہے تب اصلی ہے
* اگر کیپسول پر ٹریڈ مارک ہے تب مئو کا اصلی نورانی تیل ہے۔

اکثر دوکاندار دو کوڑی والا نقلی نورانی تیل بیچتے ہیں۔ نقلی بنانے والے اپنا صحیح نام پتہ چھپا کر غلط طور سے ہمارا مئوناتھ بھنجن کا پتہ لکھ فراڈ کرتے ہیں اور ہمارے اصلی نورانی تیل اور ٹریڈ مارک کے خلاف جھوٹا پروپیگنڈہ کرتے ہیں، اگر نورانی تیل کے لیبل اور کیپسول پر مذکورہ علامات نہیں ہیں تو بالکل نقلی اور جعلی ہے، ڈرگ انسپکٹر سے اسکی جانچ کرالیں، دوکانداروں کے فریب میں نہ آئیں۔ مذکورہ پہچان دیکھ کر ہمیشہ مئو کا اصلی نورانی تیل خریدیں۔

نورانی تیل
درد، زخم، چوٹ کٹنے، جلنے کی مشہور دوا

انڈین کیمیکل کمپنی مئوناتھ بھنجن۔ یو۔پی

بہادر نو ب بی ٹانک
دماغین
شربت نزلہ
کھانسی، زکام، نزلہ کے لئے
خون صفا
چند مشہور اور پیٹنٹ دوائیں
دواخانہ طبیہ کالج مسلم یونیورسٹی علیگڑھ

حقہ کیلئے خوش ذائقہ
خمیرہ مشکی
ہمیشہ استعمال کیجئے

جو ہندوستان کے علاوہ
غیر ممالک میں بھی مقبول ہے

اعلیٰ و معیاری حقہ تمباکو کے مینوفیکچررز اینڈ ایکسپورٹرز

آزاد بھارت تمباکو فیکٹری

آفس:- نادان محل روڈ، لکھنؤ، یو۔پی (انڈیا) فون 82803
فیکٹری:- شیخ پور، عالم نگر روڈ، لکھنؤ یو۔پی (انڈیا) فون 51254
RES 83429 TELEX 0535-345 AZAD IN. GRAM, KHMIRA, LUCKNOW

بمبئی کے عوام کا فیصلہ
کیفے فردوس کی چکن تندوری کا جواب نہیں جو ذائقے میں بے مثال ہے
اس کے علاوہ
مزہ چکن بریانی، مٹن بریانی
اور دوسرے
مغلائی کھانے
لذیذ و خوش ذائقہ
چائنیز کھانے

مثلاً چکن چلی، چکن من چو سوپ، چکن من چورین وغیرہ
اور مزیدار ویجیٹیرین کھانے
مثلاً نورتن قورمہ، ویج جے پوری، ویج مکھن والا وغیرہ
نیز تازہ پھلوں کے جوس اور آئسکریم وغیرہ
بمبئی میں اصل ذائقہ دار مغلائی چائنیز اور ویجیٹیرین کھانوں کیلئے صرف ایک عالیشان مقام
کیفے فردوس

پرنٹر پبلیشر جمیل احمد ندوی نے اسکائی لین جیا مئو لکھنؤ میں طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت و نشریات دار العلوم ندوۃ العلماء کیلئے شائع کیا۔

لکھنؤ
تعمیر حیات
پندرہ روزہ
مجلس صحافت و نشریات، دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ
جلد نمبر ۲۵ | ۲۵ر نومبر ۱۹۸۷ء مطابق ۳ ربیع الثانی ۱۴۰۸ھ | شمارہ ۲

نگران اعلیٰ
مولانا ابوالعرفان ندوی

مجلس ادارت

شمس الحق ندوی
محمود الازہار ندوی

خط و کتابت کا پتہ
منیجر تعمیر حیات، پوسٹ بکس ۹۳
ندوۃ العلماء، لکھنؤ
انڈیا

زر تعاون

سالانہ : پینتیس ۳۵ روپے
ششماہی : پچیس ۲۵ روپے
فی پرچہ : ایک روپیہ ۵۰ پیسے

بیرون ملک

بحری ڈاک، جلد ڈاک : ۱۰ ڈالر

فضائی ڈاک

ایشیائی ممالک :	۲۰ ڈالر
افریقی ممالک :	۲۰ ڈالر
یورپ و امریکہ :	۲۰ ڈالر

نوٹ
ڈرافٹ سکریٹری مجلس صحافت و نشریات لکھنؤ کے نام سے بنائیں اور دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر روانہ فرمائیں۔

اس دائرہ میں اگر سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہو چکا ہے۔ لہٰذا آپ اگر یہ چاہتے ہیں کہ دینی و ادبی کا یہ خادم، ندوۃ العلماء کا ترجمان آپ کی خدمت میں پہنچتا رہے تو سالانہ چندہ مبلغ پینتیس ۳۵ روپے ارسال فرمائیے۔ یہ آپ کی ذمہ داری ہے۔ چندہ یا خط بھیجتے وقت اپنا خریداری نمبر لکھنا نہ بھولیں

اداریہ

——— شمس الحق ندوی

۵۱۲۸
۹۰۸۸۸

امت مسلمہ کا مفاد
مل جل کر کام کرنے میں ہے

اس وقت اسلام اور مسلمان کو نقصان پہنچانے کے لیے تمام باطل طاقتیں متحد ہیں۔ انسانوں اور انسانیت کی اس پناہ گاہ کو مسمار کرنے کے لیے طرح طرح کے ذرائع اپنائے جا رہے ہیں، مستشرقین کا ایک مستقل محاذ ہے جو اسلام اور سیرت نبوی پر ایسے مضامین اور لٹریچر تیار کرتا رہتا ہے جس سے اسلام کی طرف سے ذہنوں میں شکوک و شبہات پیدا کرے، ذرائع ابلاغ، مسلم ممالک میں خصوصاً ایسی چیزوں کو پیش کرتے ہیں جن سے اخلاقی انارکی اور عیش کوشی کے لیے فضا ہموار ہو، یورپ میں تعلیم حاصل کرنے والے مسلم نوجوانوں کو منصوبہ بند طریقہ پر ایسی تعلیم دی جا رہی ہے جس سے اسلامی اخلاق و قدروں کی تحقیر و استخفاف کا جذبہ پیدا ہوا اور تہذیب یورپ اور وہاں کے طرز زندگی کو مفید و قابل تقلید سمجھیں، ان نوجوانوں کو ایک سوچے سمجھے منصوبہ کے تحت تربیت دے کر ان کے ملکوں کو واپس کرا کہ وہاں وہ مغربی اقدار کے سفیر و وکیل کی حیثیت سے کام کریں۔

خود ہمارے ملک کا نظام تعلیم کچھ اس طرح مرتب کیا گیا ہے کہ ہماری جدید نسل جو کالجوں اور اسکولوں میں تعلیم پا رہی ہے وہ نہ صرف یہ کہ اپنی زبان و ثقافت سے نابلد ہوتی جا رہی ہے بلکہ وہ ان الفاظ و تعبیرات کو استعمال کرنے لگی ہے جو سراسر مشرکانہ یا ملحدانہ ہیں۔ ہندوستان پر انگریزوں کے تسلط، عیسائی مشنریوں کے زور و دستور اور مغربی تہذیب کے غلغلہ کو دیکھ کر علماء اسلام نے یہ محسوس کیا کہ اس طوفان کا مقابلہ کرنے یا اپنے دین و عقیدہ کو محفوظ رکھنے کے لیے دینی مدارس قائم کیے جائیں جو اسلامی تعلیمات کا قلعہ ثابت ہوں، ہمارے علماء کی اس دور اندیشی اور مغربی تہذیب کے مقابلہ میں نبرد آزمائی نے ہندوستانی مسلمانوں کے اندر دین کی محبت، شریعت کا احترام اور اس کے راستہ میں قربانی کی طاقت اور مغربی تہذیب کے مقابلہ میں زبردست استقامت و صلابت پیدا کر دی، علماء نے اسلامی ثقافت کی نشر و اشاعت، سیرت نبوی کی تحریر و تدوین، اسلام کے کارناموں اور اس کی تعلیمات کو جدید علمی اور ادبی اسلوب میں پیش کرنے میں اہم کردار ادا کیا، جس سے ہندوستان کی جدید نسل کا اسلام پر اعتماد و اعتقاد پختہ ہوا، اور وہ مستشرقین کے دجل و فریب سے متاثر نہ ہوئی۔

کل کی طرح آج بھی ہمارے علماء یورپ سے اٹھنے والے فتنوں کا جواب دے رہے ہیں پوری اسلامی تاریخ شاہد ہے کہ جب بھی کوئی نیا فتنہ اٹھا جس سے اسلامی عقائد و اقدار کو خطرہ لاحق ہوا علماء نے اس کا مقابلہ کیا اور پوری چودہ صدیاں گذر جانے کے باوجود اسلام اپنے صحیح خد و خال کے ساتھ موجود ہے زوال مسلمان حکومتوں کا ہوا ہے، مسلمان قوم پستی کی طرف گئی ہے لیکن اسلام ہزار آندھیوں اور طوفانوں کے باوجود زندہ ہے، علماء نے اس پر کوئی داغ دھبہ نہیں پڑنے دیا، امت مسلمہ پر علماء کا یہ احسان عظیم نہیں ہے؟ کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ ایک مسلمان، پیدا ہونے سے لے کر قبر میں اتارے جانے تک علماء کی رہنمائی و پیشوائی کا محتاج ہوتا ہے چاہے وہ وزیر و بادشاہ ہو یا فقیر و غریب

یہ ایک حقیقت ہے اس کا انکار کرنے والا ایسا ہے جیسے سورج کو کالی ٹکیہ سے تشبیہ دینے والا، اسی کے ساتھ ساتھ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ زمانہ کروٹیں بدلتا رہتا ہے، حالات و زمانوں کے تقاضے بدلتے رہتے ہیں جس سے نئے نئے سوالات سامنے آتے ہیں، علماء کی یہ ذمہ داری ہے کہ ان حالات و تقاضوں سے باخبر

خلوص دل سے پکارے اگر کوئی انکو

(تذکیر)

——— بقیۃ السلف حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاپ گڑھی

مگر اس کے ساتھ ساتھ غیر اللہ کو بھی معبود بنائے ہوئے تھے اور یہ کہتے تھے کہ ھٰؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰہِ یعنی یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے یہاں ہماری سفارش کریں گے۔ مگر جب کوئی وقت پڑتا تو مدد کے لیے وہ بھی اللہ کو پکارتے تھے۔ وَاِذَا غَشِیَھُمْ مَّوْجٌ کَالظُّلَلِ دَعَوُا اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ۔ (جب ان کو موجیں گھیر لیتی تھیں تو خالص دل سے اللہ کو پکارتے تھے کہ اے اللہ آپ ہی نجات دیجئے۔

دیکھیے مشرکین مکہ کا تو یہ حال تھا کہ جب مصیبت میں گرفتار ہوتے تو خالص دل سے اللہ کو پکارتے تھے اور جب مصیبت دور ہو جاتی تو پھر شرک کرنے لگتے اور آج ہمارا حال دیکھئے کہ مصیبت ہی میں اللہ کو چھوڑ کر غیر اللہ کو بلانے لگتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ؎

گرد آب بلا افتاد کشتی
مدد کن یا معین الدین چشتی

یاد رکھیے! قیامت میں ہم کو وہ مجرم گردانیں گے کہ تم نے مجھ کو اللہ کی ذات کے ساتھ کیوں شریک کیا اور اللہ کے برابر کیوں قرار دیا؟ عجب معاملہ ہے کہ مشرکین تو مصیبت میں اللہ کو پکاریں اور اس سے مدد چاہیں اور ہم غیر اللہ کو پکاریں! ہمارا معاملہ ان سے بھی بدتر ہو گیا اور جو کوئی اللہ کا بندہ اس شرک سے ان کو منع کرتا ہے تو اس سے برا بھی مانتے ہیں اور اس سے خفا ہو کر طرح طرح کے القاب سے یاد کرتے ہیں ان لوگوں کا عجب حال ہے کہ جو کفر و شرک سے روکتا ہے اسی کے خلاف فتویٰ صادر کرتے ہیں۔

یاد رکھو! اللہ ہی مارنے والا ہے، اللہ ہی جلانے والا ہے، اللہ ہی روزی دینے والا ہے، اللہ ہی اولاد دینے والا ہے، اللہ ہی سب کچھ کرنے والا ہے، نفع و ضرر سب اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے دوسرا کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔

حضرت جعفر صادق سے ایک شخص نے درخواست کی کہ آپ ہم کو اسم اعظم سکھا دیجیے تو انہوں نے فرمایا کہ جو میں کہتا ہوں وہ کرو اور اس کو ساتھ لے کر دریائے دجلہ کے کنارے تشریف لے گئے اور اس سے فرمایا کہ ہمارا نام لیتے ہوئے اس دریا میں داخل ہو جاؤ اور جعفر صادق جعفر صادق کہتے ہوئے دریا پار کر جاؤ، چونکہ وہ طالب علم تھا اس لیے ان کے نام کا ورد کرتے ہوئے دریا کو دوڑا مگر جب موج کے تھپیڑوں میں پڑا اور جان پر آ بنی تو سب بھول گیا اور ان کے نام کا وظیفہ چھوڑ کر اللہ اللہ پکارنے لگا، اللہ کی طرف سے نظر رحمت ہوئی اور وہ بحکم خداوندی موج کے تھپیڑوں سے خود بخود ساحل کی طرف آ گیا۔ جب باہر نکل آیا تو پھر جعفر صادق سے درخواست کی کہ حضرت اب مجھ کو اسم اعظم بتا دیجیے۔ انہوں نے فرمایا کہ او نادان تو نے اب بھی نہیں سمجھا؟ ارے جب تو موجوں میں گھر گیا تھا اور اپنی ہلاکت کا یقین کر لیا تھا اس وقت جس دل سے اور جس قدر خلوص سے تو نے اللہ کہا تھا اسی دل سے اور اسی خلوص سے اگر پکارا جائے تو اللہ کا ہر نام اسم اعظم ہے۔ بس دل چاہئے اور خلوص چاہیے۔ اسی پر میرا ایک شعر ہے ؎

خلوص دل سے پکارے اگر کوئی ان کو
ہر ایک نام ہی ان کا پھر اسم اعظم ہے

اللہ کی کتاب میں اگر ہم غور کریں تو ہم کو توحید کامل حاصل ہو جائے۔ حضرات انبیاء علیہم السلام کے حالات جو قرآن میں مذکور ہیں ان میں ہمارے لیے کامل نمونہ موجود ہے۔ سب نبیوں نے خدا تعالیٰ کے سامنے کامل توحید پیش کی ہے اور ہمارے لیے اسوۂ حسنہ قائم فرما دیا ہے۔ ان کو دیکھ کر ہم سمجھ سکتے ہیں اور یہ یقین پیدا کر سکتے ہیں کہ اللہ ہی سب کچھ کرنے والا ہے اور وہی سب کا حاجت روا ہے۔ چنانچہ حضرت زکریا علیہ السلام باوجودیکہ بالکل بوڑھے ہو چکے تھے اللہ تعالیٰ سے دعا فرماتے ہیں کہ:

رَبِّ ھَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْکَ ذُرِّیَّۃً طَیِّبَۃً اِنَّکَ سَمِیْعُ الدُّعَآءِ۔

(اے میرے رب مجھ کو پاکیزہ اولاد عطا فرمائیے بے شک آپ دعاؤں کو سننے والے ہیں۔)

حضرت زکریا علیہ السلام نے اپنے خلوص سے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی اور ظاہر ہے نبی جیسا خلوص اور دوسرا کون پیدا کر سکتا ہے، چنانچہ آپ کی یہ دعا بارگاہ خداوندی میں قبول ہو گئی اور منجانب اللہ یہ خوش خبری سنائی گئی:

فَنَادَتْہُ الْمَلٰٓئِکَۃُ وَھُوَ قَآئِمٌ یُّصَلِّیْ فِی الْمِحْرَابِ اَنَّ اللّٰہَ یُبَشِّرُکَ بِیَحْیٰی مُصَدِّقًۢا بِکَلِمَۃٍ مِّنَ اللّٰہِ وَسَیِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِیًّا مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ (پ۳)

(جب کہ حضرت زکریا علیہ السلام محراب میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے، تو ملائکہ نے آپ کو پکار کر کہا کہ اللہ آپ کو یحییٰ کی بشارت دیتے ہیں جن کے احوال یہ ہوں گے وہ کلمۃ اللہ (یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت) کی تصدیق کرنے والے ہوں گے اور مقتدیٰ ہوں گے اور اپنے نفس کو لذات سے بہت روکنے والے ہوں گے اور نبی بھی ہوں گے، اور اعلیٰ درجے کے شائستہ ہوں گے۔

اسی طرح حضرت یونس علیہ السلام جب اپنے شہر سے نکل کر جانے لگے تو راستہ میں دریا حائل تھا اس کو عبور کرنے کے لیے کشتی پر سوار ہوئے جب کشتی نے کسی قدر فاصلہ طے کر لیا تو ہوا کا طوفان اٹھا جس سے قریب تھا کہ کشتی ڈوب جائے، تو کشتی والوں نے آپس میں ایک دوسرے سے کہا کہ آخر اس کی کیا وجہ ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کشتی میں کوئی خطاکار شخص ہے جس کی وجہ سے ہم پر یہ مصیبت آ رہی ہے۔ حضرت یونس علیہ السلام فوراً بول پڑے کہ کشتی میں ایک غلام ہے جو اپنے مالک سے بھاگ گیا ہے جب تک تم اس کو دریا میں نہ ڈال دو گے تم نجات نہ پاؤ گے۔ یہ سب بلائیں تم پر میرے سبب سے ہیں۔ مجھ کو تم دریا میں ڈال دو تو تم چین سے ہو جاؤ گے۔ حضرت یونس علیہ السلام نہایت حسین و جمیل تھے۔ ظاہر ہے نبی ہی تھے، نبی کے چہرے پر تو انوار کی بارش ہوتی ہے اس لیے کشتی والوں نے آپ کو دریا میں ڈالنے سے توقف کیا اور کہا کہ یہ امر بے قرعہ ڈالے طے نہیں ہو سکتا البتہ جس پر قرعہ نکل آئے گا اسی کو دریا میں ڈال دیا جائے گا۔ یہ کہہ کر انہوں نے تین دفعہ قرعہ ڈالا اور ہر دفعہ حضرت یونس ہی کا نام نکلا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

فَسَاھَمَ فَکَانَ مِنَ الْمُدْحَضِیْنَ ۝

(سو یونس بھی شریک قرعہ ہوئے تو یہی ملزم ٹھہرے)

چنانچہ حضرت یونس اٹھے اور اپنے کپڑے اتار کر خود کو دریا میں ڈال دیا۔ فوراً ایک بڑی مچھلی نمودار ہوئی اور اس نے آپ کو نگل لیا۔ روایات میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس مچھلی کو حکم دیا کہ ان کو محفوظ رکھنا اور ان کے کسی حصہ کو مت کھانا۔ کیونکہ یہ تمہاری غذا نہیں ہیں بلکہ تمہارے شکم کو ان کے لیے قید خانہ بنایا ہے۔ اور جس وقت مچھلی نے ان کو نگلا ہے وہ آدھی رات کا وقت تھا، پس وہ تین تاریکیوں میں تھے۔ ایک تاریکی شب کی، دوسری دریا کی تیسری شکم ماہی کی۔ ذرا غور فرمائیے ان تاریکیوں میں حضرت یونس اللہ تعالیٰ کو پکارتے ہیں جس کا ذکر اس آیت میں فرمایا گیا ہے۔

وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّھَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَیْہِ فَنَادٰی فِی الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ۔ (اور مچھلی والے پیغمبر یونس علیہ السلام کا تذکرہ کیجیے جب وہ اپنی قوم سے خفا ہو کر چل دیئے اور انہوں نے (اپنے اجتہاد سے) سمجھا کہ ہم ان پر کوئی داروگیر نہ کریں گے۔ پس انہوں نے اندھیروں میں پکارا کہ آپ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ آپ پاک ہیں۔ میں بے شک قصوروار ہوں۔)

دیکھا آپ نے حضرت یونس علیہ السلام نے مچھلی کے پیٹ سے اللہ تعالیٰ کو کس دل اور کیسے خلوص سے پکارا اور اپنے قصوروار ہونے کا اعتراف ان الفاظ میں کیا کہ: لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ۔ یعنی (آپ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ آپ پاک ہیں، میں بے شک قصوروار ہوں۔

چنانچہ اسی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ان کو مچھلی کے پیٹ سے صحیح سالم باہر نکال دیا۔ ورنہ اسی مچھلی کے پیٹ میں قیامت تک رہ جاتے جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں: فَلَوْلَآ اَنَّہٗ کَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِیْنَ لَلَبِثَ فِیْ بَطْنِہٖٓ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ۔ (سو اگر وہ تسبیح کرنے والوں میں نہ ہوتے تو قیامت تک اسی مچھلی کے پیٹ میں رہتے۔

مگر انہوں نے خدا کو یاد کیا، اس کی تسبیح و تقدیس میں لگے رہے، اعتراف قصور کرتے رہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان سب تاریکیوں سے ان کو نجات عطا فرمائی، جیسا کہ فرماتے ہیں: فَاسْتَجَبْنَا لَہٗ وَنَجَّیْنٰہُ مِنَ الْغَمِّ (سو ہم نے ان کی دعا قبول کی اور ہم نے ان کو اس گھٹن سے نجات دی۔ اس کے بعد فرماتے ہیں: وَکَذٰلِکَ نُـْۨجِی الْمُؤْمِنِیْنَ (اور ہم اسی طرح ایمان والوں کو نجات دیا کرتے ہیں)۔

یعنی جس طرح یونس علیہ السلام نے مصیبت میں خدا کو پکارا اور اسی سے مدد چاہی تو ان کو نجات ملی، اسی طرح جو کوئی شدائد و مصائب میں اللہ تعالیٰ کو پکارے گا، اس کے سامنے گریہ و زاری کرے گا اور اپنے قصور کا اعتراف کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو بھی نجات عطا فرمائیں گے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی کتنی مہربانی ہے کہ تکلیف و مصیبت جو اللہ ہی کی طرف سے آتی ہے اس کو دور کرنے کا انتظام بھی خود ہی فرما دیا ہے اور اس کو بھی اپنی طرف توجہ کا اور مناجات کا ذریعہ بنا دیا۔ حضرت یونس کی یہ دعا بارگاہ خداوندی میں شرف قبول حاصل کر چکی ہے اور ان کی طرف منسوب ہے۔

(بقیہ صفحہ پر)

پرنٹر و پبلشر جمیل احمد ندوی نے [illegible]

رہیں تاکہ اسی کے مطابق اپنی امامت و پیشوائی کا حق ادا کر سکیں۔

یہ حقیقت بھی مسلّم ہے کہ اس عالم کائنات کو اس کے خالق نے عالم اسباب بنایا ہے، لہٰذا انسانی ضرورتوں اور بشری تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے جو چیزیں ضروری ہیں، ان کا اپنانا بھی ضروری ہے تاکہ امت مسلمہ ایک باعزت قوم کی طرح زندگی گذار سکے، ایک بے پڑھا لکھا اور عام آدمی بھی اس بات کو اچھی طرح جانتا اور سمجھتا ہے کہ زندگی کی ضرورتوں اور تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے الگ الگ ذمہ داریاں ہیں مثلاً غلہ، یہ انسانی زندگی کے بقا کے لیے ایک حتمی ضرورت ہے اس کے بغیر انسانوں کا زندہ رہنا دشوار ہے، لہٰذا انسانوں کا ایک طبقہ اس کام میں لگ کر انسانی کنبہ کی خدمت کرتا ہے لیکن کسان کو غلّہ پیدا کرنے کے لیے ہل کی ضرورت ہے، یا آج کے ترقی یافتہ زمانے میں ٹرکٹر کی ضرورت ہے، اب کسان سے ہی اس بات کا بھی مطالبہ کیا جائے کہ وہی ہل اور ٹرکٹر بھی بنائے کوئی عقل کی بات ہوگی! درزی سے کہا جائے کہ وہ کپڑے بنے بھی، ڈرائیور سے کہا جائے کہ وہ کار بنائے بھی، پائلٹ سے کہا جائے کہ وہ ہوائی جہاز بھی تیار کیا کرے، کسی طرح بھی یہ عقل کی بات سمجھی جائے گی، ہر صاحب عقل یہی کہے گا، لِکُلِّ فنٍّ رجالٌ، ہر کام کے لیے الگ افراد ہیں، انسانی زندگی کی گاڑی اشتراک عمل سے چل رہی ہے اگر اشتراک عمل ختم ہو جائے گا تو انسانی زندگی بھی معطل ہو کر رہ جائے گی جب یہ بات تسلیم ہے کہ پائلٹ کے ذمہ جہاز بنانا نہیں ہے، کسان کے ذمہ ہل یا ٹرکٹر بنانا نہیں ہے، ڈاکٹر کے ذمہ انجینئر کا کام نہیں ہے۔ فوج کے ذمہ ملک کے دفاع کا اہم کام ہے سیاست یا قانون سازی نہیں ہے، جب یہ مسلّمہ حقیقت ہے کہ کالجوں اور یونیورسٹیوں میں فقہا و محدثین نہیں پیدا کیے جائیں گے بلکہ وہاں ڈاکٹر، انجینئر، سائنس داں، اور ماہرین قانون، کلرک اور دفتروں میں کام کرنے والے افراد تیار ہوں گے تو پھر مدارس کے ذمہ داروں سے یہ مطالبہ کرنا کہ وہ محدث، مفسر، فقیہ، مضمون نگار و مصنف تیار کرنے کے ساتھ ساتھ ڈاکٹر، انجینئر اور اقتصادیات

بھی پیدا کریں، کتنی بچکانہ بات ہے، ہمارے کچھ روشن خیال لوگ اپنے ان مفروضوں پر علماء کا مذاق اڑاتے ہیں ان کا ذکر تحقیر و استخفاف کے ساتھ کرتے ہیں، علماء ہی سے خوشہ چینی کر کے ان کے محاسب و اتالیق کا فرض انجام دینے لگتے ہیں خود تھوڑا کر کے بہت شور مچا کر اس کو زیادہ تصور کرتے ہیں، علماء خاموشی سے بہت کچھ کر کے امت کی بنیاد تھامے رہتے ہیں اس کو وہ مدارس کی چہار دیواری میں بند تصور کرتے ہیں کچھ تھوڑا سا پڑھ کر وقتی جوش و جذبہ میں آکر خود کو قیادت و پیشوائی کے مقام پر فائز سمجھنے لگنا بڑا فریب نفس ہے کچھ تھوڑی سی شد بد پیدا کر لینے والا ہر شخص پیشوائی کے مقام پر نہیں پہنچ جاتا ایسا تصور خام خیالی ہے ؎

جس پاس عصا ہو اسے موسیٰ نہیں کہتے
ہر ہاتھ کو حامل ید بیضا نہیں کہتے

یہ طرز فکر بڑی کوتاہ اندیشی اور تنگ نظری کی بات ہے علماء، امت کا دماغ اور اس کی آنکھیں ہیں، دماغ سے ہاتھ کا کام نہیں لیا جاتا بلکہ دماغ ہاتھ کی رہنمائی کا کام کرتا ہے کہ وہ کیا کرے کیا نہ کرے وہ چمکتے ہوئے سانپ کو گلے کا ہار نہ بنا لے دماغ پاؤں کو راہ بتاتا ہے کہ وہ کدھر چلے کدھر نہ چلے، اگر دماغ اور آنکھ کی رہنمائی نہ ہو تو پاؤں انسان کو کنوئیں میں گرا دیں کھڈ میں گرا دیں، آگ پر چلا دیں،

اگر یہ حقیقت تسلیم ہے تو پھر یہ بھی مان لینا چاہیے کہ اس وقت زندگی کے جو جدید تقاضے ہیں جدید علوم و فنون ہیں جن کا حصول اور ان میں مہارت از بس ضروری ہے کہ ان کے بغیر امت مسلمہ دنیا کے دار الاسباب ہونے کی بنا پر دنیا کی قوموں میں سب سے پیچھے ہو جائے گی، پیچھے ہی نہیں بلکہ ذلیل و خوار ہو جائے گی، بلکہ اس وقت ذلیل و خوار ہے، اس حقیقت کو تسلیم کر لینے کے بعد کیا یہ ضروری نہ تھا کہ جدید علوم کی یونیورسٹیاں اور دانش گاہیں علوم جدیدہ کے ماہرین پیدا کرتیں ایسے کہ جو امتیاز و اختصاص کا درجہ حاصل کرتے، اور سائنس کی دنیا میں ان کا بلند مقام ہوتا لیکن یہ ہوا نہیں اور اب علماء سے طعن کیا جاتا ہے کہ انہوں نے ایسا کیا نہیں!

اپنے فرض منصبی کو ادا کرنے کے بجائے انہوں نے مغربی تہذیب کی نقالی ہی کو اپنی معراج سمجھا، علماء نے علوم جدیدہ میں ترقی کرنے سے کبھی روکا نہیں اور روک بھی کیسے کہ یہ اسلامی تعلیمات کے سراسر خلاف ہے، ہاں علماء یہ ضرور کہتے ہیں کہ اسی کو سب کچھ نہ سمجھو اعتماد و بھروسہ خدا کی ذات پر رکھو، علماء مال و دولت کمانے سے بھی نہیں روکتے بلکہ اس سے دل لگانے سے منع کرتے ہیں جو مرد مومن کی شان کے خلاف ہے، علماء علوم جدیدہ کے حاصل کرنے والوں پر جو تنقید کرتے ہیں، اس کا سبب یہ ہے ان علوم کے حاصل کرنے والوں نے شاید ہی کوئی اچھی مثال قائم کی ہو وہ خود تو صرف مغربی تہذیب کی نقالی اور اپنے مادی تقاضوں کو پورا کرنے میں لگے رہتے ہیں اور علماء سے یہ مطالبہ ہوتا ہے کہ زندگی کے ہر شعبہ میں علماء ہی کام کریں،

علماء کا یہ امتیاز رہا ہے کہ علماء خود اپنی جماعت کا احتساب کرتے رہتے ہیں، علماء کے احتساب کا کام کسی اور جماعت کا اپنے ذمہ لینا نہایت مضر ہے اس سے علماء پر سے اعتماد اٹھے گا اور امت اپنی اس گئی گذری حالت میں بھی جس لڑی سے بندھی ہوئی ہے وہ بکھر کر رہ جائے گی، اس سے علماء اور جدید طبقہ میں ایسی خلیج پیدا ہوگی جس سے امت کو ناقابل تلافی نقصان پہنچے گا، ملک کے موجودہ حالات و مسائل نے علماء اور جدید تعلیم یافتہ طبقہ کو مل کر کام کرنے کی فضا بنا دی ہے خدارا اس کو قائم رہنے دیجیے کسی سازش کا شکار نہ بنیے، مریض کی یہ بات کتنی طفلانہ ہے جو ڈاکٹر سے کہتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب! آپ اپنے بیٹھنے کی کرسی بھی خود ہی بنائیں اینٹ، چونا، سمنٹ، سریہ بھی آپ خود ہی بنا کر مطب کی عمارت کھڑی کریں،

اس وقت کے حالات اور خصوصاً ہمارے ملک کے حالات اس بات کے متقاضی ہیں کہ زندگی کے ہر شعبہ کے لیے ہمارے اپنے افراد تیار ہوں ہمارے ڈاکٹر و انجینئر ہوں، ہمارے ماہرین قانون اور وکلاء ہوں، ہمارے اپنے اسپتال و کالج ہوں، لڑکیوں کی تعلیم کا بھی معقول انتظام ہو، جدید تعلیم کا معیار بلند کرنے اور ہر فن میں اپنے افراد تیار کرنے کی ضرورت ہے

لیکن اس طرح کہ مومنانہ شان پر آنچ نہ آنے پائے، جیسے ہواؤں کے نرم خرام جھونکے کلیوں اور پھولوں کی بلائیں لیتے ہیں مگر ان جھونکوں کی عفت پر حرف نہیں آتا ؎

چمن میں کس مزے سے چھیڑتی ہے غنچہ و گل کو
مگر بادِ صبا کی پاک دامانی نہیں جاتی

یہ سارے کام اس طرح ہوں کہ چھاپ ان پر اسلام کی ہو، یہ سارے کام اسلامی تحفظات کے ساتھ ہوں، یہ انتظار و مطالبہ کہ یہ سارے کام بھی علماء ہی کریں بڑی ناسمجھی کی بات ہے ملت مسلمہ کو عزت و سرخروئی اس وقت حاصل ہوگی جب امت کے تمام طبقات اپنی اپنی ذمہ داریوں کا حق ادا کرنے کی فکر کریں گے۔ ان خطرات کو دیکھنا چاہیے جو امت مسلمہ کے سر پر منڈلا رہے ہیں طنز و تعریض کی خو اچھی نہیں۔ طنز و تعریض کرنے سے قبل خوب غور کر لینا چاہیے کہ اس کی ضرب کہاں کہاں پڑے گی کہیں ایسا نہ ہو کہ غیر شعوری طور پر اس کی ضرب اپنے ہی دینی نعمت پر پڑ جائے جو محرومی کا سبب بنے، مناسب و مفید بات یہ ہے کہ آپ جس صلاحیت کے مالک ہیں اس کو لے کر زندگی کے میدان میں اتریے اور جو کچھ کر سکتے ہیں وہ کر گذرنے کے لیے اپنے محاذ پر پہنچ جائیے، قوم کو اٹھانے اور اس کو اس کے کھوئے ہوئے مقام پر پہنچانے کا یہی طریقہ ہے کہ سب مل جل کر کام کریں اور اپنی اپنی صلاحیت کے مطابق قوم کی خدمت انجام دیں، آئیے ہم سب مل کر امت کی بگڑی بنائیں اور زندگی کا کھیل جوش و نشاط سے بھرے ہوئے مردان کار کی طرح کھیلیں، علامہ اقبالؒ کے الفاظ میں ؎

بیا تا کارِ ایں امت بسازیم
قمارِ زندگی مردانہ بازیم

بقیہ:- خلوص دل سے

چنانچہ اسی کو دعا یونسی کہتے ہیں۔ اس کے بارے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص اس دعا کو پڑھ کر اپنی کسی حاجت کا سوال کرے گا وہ پوری کر دی جائے گی۔ (رواہ الترمذی، ابن کثیر [illegible])

پرنٹر پبلشر جمیل احمد ندوی نے [illegible]

انسانی معاشرہ میں عدل و احسان (انصاف اور نیکی) کی اہمیت

* مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

یہ تقریر انجمن کے اس جلسۂ عام میں کی گئی جس کا انتظام ۱۳ نومبر ۱۹۸۶ء بروز جمعرات شہر کی ایک عام شاہراہ (سڑک) پر کیا گیا تھا اور جس میں بڑی تعداد میں شہر کے تعلیم یافتہ اور عام غیر مسلم بھی شریک تھے، مقرر نے ابتدا میں سورۂ نحل کی آیت

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ○ (سورۂ نحل - ۹۰)

بے شک اللہ تعالیٰ اعتدال اور احسان کا اور اہل قرابت کو دینے کا حکم فرماتے ہیں اور کھلی برائی اور مطلق برائی اور ظلم کرنے سے منع فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ تم کو اس لیے نصیحت فرماتے ہیں کہ تم نصیحت قبول کرو۔

کی تلاوت کی اسی کو اپنی تقریر کا موضوع بنایا۔

بھرے بازار اور شاہراہ عام پر کی جانے والی بات کی اہمیت و تاثیر

میرے بھائیو اور دوستو! ہم لوگ اس کے عادی ہیں کہ کسی ہال یا بہت پرسکون جگہ پر تقریر ہو، جہاں اگر کوئی سوئی بھی گر جائے تو آواز آئے اور سب لوگ کان لگا کر سن رہے ہوں، لیکن میں بہت خوش ہوں کہ آج عین بازار میں جلسہ ہو رہا ہے، میرا خیال یہ ہے کہ جب تک کوئی بات بازار میں نہ آئے بازار میں اس کا چرچا نہ ہو اور بازار والے اس کو قبول نہ کر لیں اس کا اعتبار نہیں، اس وقت بہت بڑی کمزوری یہ ہے کہ ہم مدرسوں میں، مسجدوں میں، اور ہمارے بہت سے بھائی مندروں میں، پاٹ شالاؤں میں بات کرتے ہیں لیکن ان کی حیثیت ایسی ہے جیسے سمندر میں کوئی جزیرہ ہو، وہاں آپ جو چاہے کر لیجیے، سمندر کو اس سے کوئی مطلب نہیں ہوتا، یا ہوائی جہاز پر آپ اڑ رہے ہوں، وہاں باتیں کر رہے ہوں اور آپ کے آس پاس کے حضرات دو چار چھ آدمی وہاں سن رہے ہوں اور آپ خوش ہو رہے ہوں کہ ہم نے اتنی اونچائی سے یہ بات کہی ہے کہ اب یہ بات ضرور دنیا میں چل جائے گی، تو جہاز تو چلے گا مگر آپ کی بات نہیں چلے گی، اس لیے کہ آپ کی بات اس جہاز کے اندر گونج کر رہ جائے گی، اب بھی دنیا سے سچائی ختم نہیں ہوئی، اچھی بات کہنے کا چلن ختم نہیں ہوا، مگر وہ ہوائی جہازوں میں کہی جانے لگی یا کسی گنبد اور اونچے محل میں کہی جا رہی ہے اور دنیا میں جو کچھ رہا ہے، باتیں بڑی اونچی اونچی کہی جاتی ہیں، لیکن اونچی جگہ سے کہی جاتی ہیں، اونچے ہی لوگ کہتے ہیں، اونچے ہی لوگ سنتے ہیں، اونچی جگہ پر کہتے ہیں، مگر ہم آپ جو زمین پر چلنے والے ہیں وہ اس سے متاثر نہیں ہوتے ہیں، اس لیے کہ وہ بات ابھی عام زندگی کی سطح پر نہیں آئی، میں پڑھنے لکھنے والا آدمی ہوں، ایسی جگہ بیٹھ کر لکھنے پڑھنے کا کام کرتا ہوں، جہاں چڑیا پر نہ مار سکے، مجھے یہاں بازار میں کھلی سڑک پر گھبرانا چاہیے تھا، ڈسٹرب DISTURB ہونا چاہیے تھا مگر زندگی نے مجھے کچھ سبق دیا ہے، اسی کی بنا پر میں خوش ہوں اور میں چاہتا ہوں کہ یہ سلسلہ جاری ہو کہ جو باتیں مدرسوں اور مسجدوں کے اندر کہی جاتی تھیں، کبھی ریڈیو پر کہی جاتی ہیں، وہ باتیں بازار میں کہی جائیں۔

ہندوستان کی آزادی کی تحریک

جب تک کہ ہال میں رہی، لائبریریز میں رہی اور اسکالرس کے درمیان رہی، دانشوروں فلاسفر اور تھنکرز THINKERS کے درمیان رہی، ہندوستان ٹس سے مس نہیں ہوا، نہ انگریزی حکومت ٹس سے مس ہوئی، لیکن جب پبلک جلسے ہونے لگے، جب پارکوں میں وہ بات کہی جانے لگی، جب برسر بازار، برسر راہ وہ بات کہی جانے لگی، تو ہندوستان کی برطانوی حکومت ہل گئی، جس کے بارے میں کہتے تھے کہ اس کی قلمرو میں سورج ڈوبتا نہیں ہے، اگر یہاں ڈوبا تو کہیں نکلا ہوا ہوتا ہے، تو سڑکوں اور بازاروں میں جلسے عوامی جگہوں پر اجتماعات، یہ بہت اچھا سلسلہ ہے۔

معتدل و پرسکون NORMAL حالات و فضا کی ضرورت

اس وقت دنیا کوہ آتش فشاں کے دہانے پر کھڑی ہے، جہاں پھٹ جانے والا مادہ ہوتا ہے، میں سیدھی سیدھی بات آپ سے کہتا ہوں، ذرا آپ سوچیے! اس وقت آپ لوگ بہت شانت (پرسکون) ہو کر بہت اطمینان سے میری بات سن رہے ہیں، اگر کہیں پانی برسنے لگے تو ایک کا بھی بیٹھنا مشکل ہے، اسی طریقہ سے اگر کوئی جانور آ جائے، بات کیا ہے؟ اچھی بات ہو، مذہب کی بات ہو، اخلاق کی بات ہو، عقل کی بات ہو، سمجھ کی بات ہو، انصاف کی بات ہو، سب نارمل حالت میں کہی جاتی ہے سنی جاتی ہے، اگر نارمل حالت نہ ہو اگر غیر معتدل ABNORMAL حالات ہوں فضا بالکل بگڑی ہوئی ہو، بجلی چمک رہی ہو کہ اب گری تب گری، اور بادل گرج رہے ہوں، معلوم ہوتا ہے کہ پہاڑ ٹوٹ جائے گا اور پانی موسلا دھار برس رہا ہو تو اگر کوئی دنیا کا بڑے سے بڑا مقرر بھی اسٹیج پر آئے اور کہے کہ میں تمہیں بڑی حکمت کی باتیں سنانے والا ہوں، کوئی سننے کے لیے تیار نہ ہوگا، یہ انسان کی فطرت ہے، انسان نارمل حالت میں جب اس کی طبیعت کو سکون ہوتا ہے، کوئی ڈر نہیں ہوتا، کوئی خطرہ نہیں ہوتا وہ بہت زیادہ بیمار نہیں ہوتا، بہت زیادہ بھوکا نہیں ہوتا بات غور سے سنتا ہے اور مانتا بھی ہے اور کوئی اندر کی پریشانی ہو یا باہر کی پریشانی ہو تو پھر چاہے سر کاٹ کر رکھ دیجیے، انسان سنتا نہیں، ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے اس ملک ہندوستان ہی میں نہیں ساری دنیا میں نارمل حالات ہوں، کہ کام کرنے والوں کو کام کا موقع ملے، پڑھانے والوں کو پڑھانے کا موقع ملے، لٹریچر لوگوں کو لٹریچر کی خدمت کا موقع ملے، جو شاعر ہیں انہیں شاعری کا موقع ملے، جو آرٹسٹ ہیں ان کو اپنے آرٹ میں اپنا کمال دکھانے کا موقع ملے جو دانشور ہیں، اسکالر ہیں، ان کو تحقیق کرنے اور ریسرچ کرنے کا موقع ملے، ریسرچ کے لٹریچر کے جو بڑے بڑے شاہکار دنیا میں تیار ہوئے، یہ سب نارمل حالات میں ہوئے، کسی شخص کے پیٹ میں درد ہو اس سے کہ لکھا جائے گا؟ کچھ ہو جائے گا؟ آپ ہزار منطق اس پر صرف کر دیجیے اس کو قائل کرنے کی کوشش کیجیے، پیٹ میں درد ہے تو کیا بات ہے ہوتا ہی ہے،

آپ اپنا کام کیجیے، آپ تو شعر سنیے مگر کیا اس سے سنا جائے گا، اور وہ لطف لے سکے گا؟

اس عہد اور معاشرہ کی سب سے بڑی کمی

حضرات! اللہ نے اس ملک کو سب کچھ دیا ہے، مگر پھر کس چیز کی کمی ہے وقت پر کام نہیں ہوتا، اور کسی کی مانگ پوری نہیں ہوتی، ذرا سا کام آپ کا ہو، آپ کو سفر کرنا ہو، بغیر رشوت دیے ہوئے کوئی کام ہی اس زمانہ میں نہیں ہو رہا ہے خدا نے زندگی میں کوئی کمی نہیں رکھی اس کو ہر طرح سے مکمل کر کے اس نے دیا، اس دنیا کو اب بنا دیا کہ اگر آدمی چاہے تو اس کو زندگی کا حقیقی مزا آنے لگے، جنت کا مزا چاہے آئے نہ آئے، جینے کا مزا ضرور آ جائے، پریم ہو، محبت ہو، وقت پر کام ہو، پاؤں پھیلا کر آنکھ بند کر کے خوب میٹھی نیند سوئیے نہ چور کا کھٹکا، نہ ڈاکو کا دھڑکا، نہ کسی لٹیرے کا غم، کسی چیز کی کوئی فکر نہ ہو، سونا اچھالتے ہوئے چلے جائیے، کوئی پوچھنے والا نہ ہو، کوئی دیکھنے والا نہ ہو، یہ سب کچھ ہے، پھر آپ سوچیے کہ کس چیز کی کمی ہے سائنس نے کتنی ترقی کی، ٹکنالوجی نے کتنی ترقی کی کہ دنیا میں اب سردی گرمی کو کنٹرول کر لیا گیا ہے، بیماریوں پر کنٹرول کر لیا گیا ہے، فاصلے ختم کر دیے گئے ہیں، اور اب اسپیس SPACE کوئی چیز نہیں ہے، یہ سب کچھ ہوا لیکن نتیجہ کچھ نہیں، مقصد حاصل نہیں ہو رہا ہے۔

بات کیا ہے؟ چیزیں نہیں، مشینیں نہیں مگر آدمی نہیں بنا، ان مشینوں سے کام لینے والا آدمی تھا وہ نہیں بنا، اور آپ جانتے ہیں کہ جب آدمی تھا اور مشینیں نہیں تھیں تو دنیا کیسی سکھی تھی، راجہ بکرما جیت کا زمانہ یاد کیجیے جس کو آج تک لوگ یاد کرتے ہیں اور آپ کے شہر کا بہت بڑا نام ہے کہ بکرما جیت آپ کے شہر سے شروع ہوئی، راجہ بکرما جیت کے زمانہ میں، میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ مشینیں تھیں، یہ مائک تھے؟ جس سے دور تک آواز پہنچائی جاتی ہے یہ ریڈیو تھا؟ ٹی وی تو خیر ابھی آیا ہے، لیکن ریڈیو بھی تھا؟ مگر کیا تھا؟ کان تھے، دل تھا اور کان تھے تو رنگ ہو نہ ہو، لاؤڈ اسپیکر ہو نہ ہو، ELECTRICITY ہو نہ ہو، ریڈیو ہو نہ ہو، ہو نہ ہو، پھر بھی آدمی دور کی بات سن کر سمجھ لیتا تھا اور مان لیتا تھا، اپنے فائدے کی بات، دوسروں کے فائدے کی بات، وہ اب

مصیبت یہ آئی ہے کہ مشینیں موجود، اچھی سے اچھی بات دور سے دور جگہ تک آپ پہنچا سکتے ہیں، مگر آدمی سننے کے موڈ ہی میں نہیں، اس کا سننے کو جی ہی نہیں چاہتا، وہ تو بس پیسہ کے پیچھے، آرام کے پیچھے، عیش کے پیچھے، مالدار بن جانے کے پیچھے عزت دار بن جانے کے پیچھے اور کرسی کے پیچھے ایسا دیوانہ ہو کر پڑا ہے کہ اس کو کچھ ہوش نہیں ہے اب کیا فائدہ ان چیزوں کا؟ بلکہ یہ چیزیں اور زیادہ نقصان پہنچاتی ہیں، آدمی جس کی نیت خراب ہے، ان سے بڑا کام لے سکتا ہے۔

بھائیو! ہم یہ کہتے ہیں کہ جو کچھ اچھے کام ہیں، یہ کام جب ہو سکیں گے اور ان کا تحفظ PROTECTION ان کی گارنٹی اس وقت ہے جب عام فضا ATMOSPHERE درست ہو، جب کہ ہمارے آپ کے بازاروں کی زندگی اچھی ہو، بازار میں جو لوگ آتے ہیں، دکانوں پر بیٹھتے ہیں، سودا خریدنے آتے ہیں، گھر لے جاتے ہیں، یہ جب اچھے آدمی ہوں گے، بھلے آدمی ہوں گے، خدا سے ڈرنے والے اور انسان سے محبت کرنے والے ہوں گے تو پھر اس کے بعد ہر اچھا کام ہو سکے گا، ہندوستان میں سیکڑوں یونیورسٹیاں ہیں لیکن روز جھگڑا ہے، لڑکے پڑھنا نہیں چاہتے، ٹیچر پڑھانا نہیں چاہتے وہ ڈگری چاہتے ہیں، یہ تنخواہ چاہتے ہیں، ان یونیورسٹی والوں سے پوچھئے وہ فریاد کرتے ہیں، صاحب کہاں کا پڑھنا کہاں کا پڑھانا؟ نہ ہمیں پڑھانے کا شوق ہے نہ انہیں پڑھنے کا شوق، اور ہمیں پڑھانے کا شوق ہو بھی تو ان کو پڑھنے کا شوق نہیں وہ تو ڈگری لینے کے لئے آتے ہیں وہ تو کہتے ہیں کہ ہماری حاضری لکھ لیجئے بلکہ یہ مطالبہ ہونے لگا ہے کہ بغیر امتحان کے ڈگری دیدی جائے، بی، اے ہو گیا ایم، اے ہو گیا، ایل، ایل، بی ہو گیا، کہتے ہیں کہ امتحان کو ختم ہی کرا دو۔

خود غرضوں اور دولت پرستوں کی سنگدلی اور انسانیت کی پامالی

بھائیو! سامان ہونے سے کچھ نہیں ہوتا، اصل میں من ہے اصل میں آدمی کی روح ہے، وہ اگر صحیح ہو جائے، کانشنس CONSCIENCE اس کا صحیح ہو جائے اور وہ چیزوں کا صحیح طور پر استعمال کرنا سیکھ جائے تو تھوڑا سامان بھی بہت ہے، بلکہ سامان کچھ بھی نہ ہو تب بھی کام چلائے گا خدا کے پیغمبروں نے بہت تھوڑے سامان کے ساتھ بہت بڑا کام کیا، آج اتنے بڑے سامان کے ساتھ کچھ کام نہیں ہو رہا ہے، بات کیا ہے؟ ہمارے اوپر ان چیزوں کی حکمرانی ہے وہ چیزیں DOMINATE کر رہی ہیں، ہم پر حکومت چلاتی ہیں جو انسان کے لئے پیدا کی گئی ہیں اور انسان کی ضرورت پوری کرنے کے لیے پیدا کی گئی ہیں، انسان ان کا غلام بن گیا ہے اب انسان ان کے پیچھے آنکھ بند کر کے ایسا پڑا ہے کہ آدمی اپنے جیسے انسانوں کو روندتا ہوا، ان کی لاشوں پر چلتا ہوا وہاں پہونچنا چاہتا ہے، آج یہ حالت ہو گئی ہے کہ بہت سے آدمی ایسے ملیں گے کہ جنہیں معلوم ہو جائے کہ پیسہ اس کے بغیر نہیں ملے گا، ترقی اس کے بغیر نہیں ملے گی کہ آدمیوں پر پاؤں رکھتا ہوا چلا جائے کسی کے پیٹ پر اور کسی کے سینہ پر اور کسی کے منہ پر، تو بہت سے لوگ ایسے ہونگے جو اس کی پرواہ نہیں کریں گے، آدمیوں کو روندتے ہوئے نکلیں گے، اور آدمیت تو روندی جا ہی رہی ہے، آدمی کو روندیں نہ روندیں، لیکن آدمیت کو تو روز روندا جا رہا ہے، پاؤں سے اس کو کچلا جا رہا ہے اس کو ذلیل کیا جا رہا ہے، ہمارا پیام یہ ہے کہ آدمیت پیدا کیجئے اور فضا درست رکھئے تاکہ سب اچھے کام ہو سکیں، ورنہ بھائی کسی کام کی خیریت نہیں ہے، اگر فضا اچھی نہ ہوئی اور یہی بجلیاں چمکتی اور کوندتی رہیں بادل گرجتے رہے پانی برستا رہا۔ فرض کیجئے کوئی کتا ہی بیچ میں آ گیا اور کسی نے پکار کر کے کہہ دیا کہ بھیڑیا، بھیڑیا، پھر کوئی نہیں سنے گا نارمل فضا رکھو تاکہ ہر کام اچھا ہو سکے، نہیں تو نہ علماء وعظ کہہ سکیں گے نہ کوئی بھلا آدمی پیغام دے سکے گا، کوئی کسی کی سنے گا ہی نہیں، جب زلزلہ آتا ہے (اللہ بچائے) تو پھر کسی کو کسی کا ہوش نہیں رہتا، آگ لگتی ہے تو ماں باپ بچوں تک کو بھول جاتے ہیں، جنگ عظیم GREAT WAR میں یہ حالت تھی کہ کسی کو کسی کا ہوش نہیں تھا تو بس ہم یہ کہتے ہیں کہ امن و امان رہے، آدمی آدمی کی قدر کرے، آدمی آدمی سے محبت کرنا سیکھے۔

آپ کے یہاں کالی داس ہوئے ہیں جو بہت بڑے شاعر تھے، آج تک ان کا کلام زندہ ہے، ان کا زمانہ امن کا زمانہ تھا، شانتی PEACE کا زمانہ تھا، نارمل حالات تھے، جب جا کر انہوں نے ایسی زندہ جاوید چیز تیار کی جو آج تک پڑھی جاتی ہے ہم چاہتے ہیں کہ ہندوستان میں نارمل حالات رہیں، تاکہ اخلاق کے سکھانے والوں کو اخلاق سکھانے کا موقع ملے، علم سکھانے والوں کو علم سکھانے کا موقع ملے انسانیت سکھانے والوں کو انسانیت سکھانے کا موقعہ ملے۔

عدل و احسان کی برکت

ابھی قرآن شریف کی آیت پڑھی گئی "اِنَّ اللّٰہَ یَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَاءِ ذِی الْقُرْبٰی" اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ انصاف JUSTICE کے اصول کو اپنائیے اور احسان کو اپنا شعار بنایئے، انصاف تو یہ ہے کہ جتنا دینا ہے دیدو، اور احسان یہ ہے کہ اس سے کچھ زیادہ دیدو، انصاف یہ کہ جتنا کرنا ہے کر لو، اور احسان یہ کہ اس سے بھی زیادہ کر لو، اگر تمہارے ساتھ کسی نے ناانصافی کی اور تم انصاف کرو، یہ احسان ہو گا، یہ اعلیٰ اخلاق کی تعلیم ہے، سب مذہبوں نے تعلیم دی، اور اسلام نے تو ایسی دی کہ ایک نئی دنیا بنا کر رکھ دی، اس زمانہ کا جو سماج تھا اس کے حالات آپ پڑھیں کوئی حد ہے، ایک آدمی نے پاس والے گھر کو کوئی چیز جو اس کے یہاں پکی تھی، بھیجی تحفہ میں، تھوڑی دیر کے بعد اسی گھر کے واپس آ گئی، کیسے واپس آئی؟ ہم نے تو اسے گھر سے نکال دیا تھا، اس نے اس گھر کو بھیجی تھی، اس گھر والے نے اس گھر کو بھیجی، اس گھر والے نے اس گھر کو بھیجی، اور چکر کھا کر کے پھر اسی کے یہاں آ گئی، اپنا ہی تحفہ واپس اپنے پاس آ گیا، اور اس سے بڑھ کر کے یہ کہ ایک زخمی جان دے رہا ہے، بالکل جان کنی کی حالت ہے، اور پانی پیش کیا جاتا ہے تو کہتا ہے نہیں میرے پاس ایک دوسرا زخمی پڑا ہوا ہے، میں نے اس کی کراہ ابھی سنی ہے، اس کو دیجئے، اس کو دیا تو اس نے کہا تیسرے کو دیجئے، تیسرے چوتھے اخیر میں وہ جب اس کے پاس آیا تو وہ مر چکا تھا، وہ بھی مر چکے تھے، وہ سب تو مر چکے تھے، لیکن اخلاق کو زندہ کر گئے، اور زندگی کی تعلیم دے گئے کہ اللہ کے بندے، شیر مرد اس طرح کرتے ہیں کہ جان دیدیں لیکن اپنے اوپر دوسرے کو ترجیح دیں۔

خود غرضی ساری خرابیوں کی جڑ ہے

آج دنیا کی ساری خرابی یہ ہے کہ آدمی اپنا کام نکال لینا چاہتا ہے، (معاف کیجئے ہماری بولی کی زبان میں "اپنا الّو سیدھا کر لینا" چاہتا ہے) چاہے کسی کی جان جائے چاہے کسی کے پیچھے مر جائیں، بس اپنا الّو سیدھا ہو، سارا فساد اس وقت اسی وجہ سے ہے، ریلوں میں کیا ہو رہا ہے؟ ڈاکے پڑ رہے ہیں، محکموں میں کام نہیں ہو رہا ہے، آدمی کو اپنا حق نہیں مل رہا ہے، کوئی کام وقت پر نہیں ہو رہا ہے، ڈاک خانے چوپٹ، اور ٹیلیفون کو تو پوچھئے نہیں وہ تو بالکل ستیاناس، اور ریلوں کی بری گت ہے نہ وقت کی پابندی نہ کسی کے اندر ڈیوٹی کا احساس، نہ ذمہ داری کا شعور، اب کیسے یہ کارخانے چلے؟۔

دعائے صحت

مدرسہ تعلیم المسلمین لوناواڑہ گجرات کے مہتمم مولانا خلیل صاحب قاسمی بیمار ہیں، موصوف اس وقت بمبئی میں زیر علاج ہیں اور دماغ کا آپریشن ہونے والا ہے، ادارہ تعمیر حیات اپنے تمام قارئین سے دعائے صحت کی درخواست کرتا ہے

جس سے چمن افسردہ ہو.....

اے اہل نظر ذوق نظر خوب ہے لیکن
جو شے کی حقیقت کو نہ دیکھے وہ نظر کیا
مقصود ہنر سوز حیات ابدی ہے
یہ ایک نفس یا دو نفس مثل شرر کیا
جس سے دل دریا متلاطم نہیں ہوتا
اے قطرۂ نیساں وہ صدف کیا وہ گہر کیا
شاعر کی نوا ہو کہ مغنی کا نفس ہو
جس سے چمن افسردہ ہو وہ باد سحر کیا
بے معجزہ دنیا میں ابھرتی نہیں قومیں
جو ضرب کلیمی نہیں رکھتا وہ ہنر کیا

— علامہ اقبالؒ

دعائے مغفرت

دارالعلوم کے ایک دیرینہ خادم مہدی کا ۱۳ر نومبر بروز جمعہ کی صبح کو انتقال ہو گیا، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ، قارئین تعمیر حیات سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

پرنٹر پبلشر جمیل احمد ندوی نے [illegible]

ملیشیا میں

مولانا سید ابو الحسن علی صاحب حسنی ندوی کی آمد

تیسری قسط

مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی
صدر شعبۂ ادب عربی ندوۃ العلماء لکھنؤ

اگلے روز کا پروگرام قدح میں رکھا گیا تھا، قدح بھی ملک کے شمالی حصہ کا اسی طرح ایک صوبہ ہے جس طرح ترنگانو جہاں مولانا مدظلہ کا پروگرام جمعہ کے روز رہا، یہ دونوں صوبے ملک کے منتہائے شمال میں مشرقی و مغربی پہلو میں واقع ہیں، قدح مغرب میں ہے اور ملک کا اہم حصہ سمجھا جاتا ہے، اس کی بڑی زراعتی اہمیت ہے، یہاں پیدا ہونے والا چاول پورے ملک کی ضرورت کو پورا کرتا ہے، یہاں کی آبادی بھاری اکثریت کے ساتھ مسلمانوں کی ہے اور ان مسلمانوں میں عصر جدید کی خرابیاں ابھی بہت کم پہنچی ہیں، دین سے تعلق اور اسلامی تشخص کے یہ زیادہ پابند ہیں، چنانچہ عرب لباس اور عمامے عام طریقہ سے نظر آتے ہیں، اور اسلامی اخوت کا مظاہرہ بھی دیکھنے کو ملتا ہے، یہاں سے تھائی لینڈ کی جنوبی سرحد بھی خاصی قریب ہے، سرحد کے اس پار کی آبادی سے یہاں کے لوگوں کا تعلق نسلی اور مذہبی دونوں طرح کا ہے، وہ علاقہ فطانی کے نام سے موسوم ہے وہاں کی اکثریت بھی مسلمان ہے اور اس کو ملک کی غیر مسلم اکثریتی حکومت سے بڑی حق تلفیوں اور مظالم کی شکایت بھی ہے اور جو اطلاعات پریس میں آ رہی ہیں ان سے اس بات کی تصدیق بھی ہوتی ہے۔

مغرب کے وقت قدح کے لیے پرواز تھی فاصلہ دو ڈھائی سو میل کا ہو گا، چنانچہ پون گھنٹے میں قدح پہنچنا ہوا، ایرپورٹ پر استقبال کرنے والوں کا ایک مجمع اکٹھا تھا، جس نے محبت و اخوت کے جذبہ سے استقبال کیا اور قیام گاہ جو شہر سے فاصلہ پر ایک قصبہ میں تھی دور دور یہ لوگ جلتے ہوئے ملتے گئے، قصبہ میں پہنچ کر معلوم ہوا کہ دور دور سے آئے ہوئے افراد ایک بڑے جلسہ عام کی صورت میں موجود ہیں، معہد التربیۃ الاسلامیۃ اسی قصبہ میں واقع ہے اسی کے دفتر کی عمارت کے سامنے کے وسیع لان میں جلسہ تھا جس کو مولانا مدظلہ نے خطاب فرمایا، خطاب کی تمہید میں مولانا مدظلہ نے فرمایا کہ میں دن بھر کی مشغولیت اور پھر سفر کا تھکا ہوا بہت ہوں، لیکن اس مجمع کو اور اس کی محبت کے مظاہرہ کو دیکھ کر تکان بھول گیا ہوں اور میں مسرت کے ساتھ خطاب کر رہا ہوں۔

تقریر سے قبل مولانا مدظلہ کے تعارف و استقبال میں یہاں کے ایک عالم اور الحزب الاسلامی کے نائب صدر شیخ فاضل محمد نور نے ایک مختصر تقریر کی تھی اور مولانا کو تقریر کی دعوت دی اور تقریر کے بعد شیخ نعمت یوسف کی طرف سے جو کہ معہد التربیۃ الاسلامیۃ کے مدیر ہیں، ایک استاذ نے شکریہ ادا کیا، ترجمانی بھی انہوں نے کی۔

مولانا مدظلہ نے اپنی تقریر میں پہلے اس دینی اجتماع پر اپنی بے پایاں مسرت کا اظہار فرمایا کہ محض اللہ اور اس کے رسولؐ کی مرضی کے حصول کی نیت سے یہاں جمع ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ ایسے مجمعے سے خوش ہوتا اور فرشتوں کے سامنے اپنی رضا کا اظہار فرماتا ہے۔ اس کے بعد مولانا نے ملیشیا کے مسلمانوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ کا وجود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کی جد و جہد کا نتیجہ ہے، اس کے لئے انہوں نے اپنی جان و مال اور عزت و آبرو کو داؤں پر لگا دیا تھا، مقصد صرف یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے جس مقصد سے اس کائنات کی تخلیق فرمائی ہے، اس کی تکمیل آپ جیسے مسلمانوں سے ہو، آپ کے وجود سے یہ مقصد پورا ہوتا ہے۔ کائنات اور آسمان و زمین کی تمام اشیاء الفاظ اور آپ ان کے معانی ہیں، مولانا نے اس کی مزید تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ ہر چیز کی قدر و قیمت اس کے نفع رسانی اور کارکردگی کی صلاحیت سے لگائی جاتی ہے، ٹارچ کا مقصد تاریک راستہ کو روشن کرنا، اور گھڑی کا فائدہ صحیح وقت بتانا ہے، لیکن اگر یہ اشیاء اپنی قدر و قیمت کھو دیں تو اس سے وہ لاٹھی بہتر ہے جس سے آدمی بہت سے کام نکال لیتا ہے۔ اگر مسلمان اس دنیا میں دولتمند، دانشور ہوں، صنعت و تجارت کے میدان میں کامیاب، اور وہ سائنس و صنعتی ترقی میں سب سے آگے ہوں لیکن صحیح معنوں میں مسلمان نہ ہوں، انسانیت کے لئے ان کے پاس کوئی پیغام نہ ہو، ان کی اور غیر مسلموں کی زندگی کے درمیان کوئی امتیازی چیز نہ ہو تو ان سے بہتر وہ عصا ہے جس سے آدمی اپنے دفاع کا کام لیتا ہے۔

مولانا نے مسلمانوں کو یاد دلایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو پوری دنیا کا نگراں محتسب اور امام و قائد بنایا ہے، آپ کا فرض یہ ہے کہ آپ دنیا کی اخلاقی قیادت کریں اور یہ دیکھیں کہ اس وقت انسانیت کس منزل کی طرف گامزن ہے، آپ صرف اپنے ذمہ دار نہیں بلکہ پوری دنیا اور تمام قوموں کی ذمہ داری آپ پر ہے۔ مولانا نے مزید فرمایا کہ جس طرح نبی کی بعثت ہوتی ہے اسی طرح آپ کو ایسی امت بنا کر بھیجا گیا ہے جس کا کام ہی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے، مولانا نے مسلمانوں کی امتیازی زندگی اور ان کے خاص اخلاق و سیرت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ مسلمانوں کا جو عقیدہ ہے اس کی جھلک ان کے چہرے، بشرے، حرکات و سکنات، اعضاء و جوارح، بول چال اور تجارت و معاملات سے ظاہر ہوتی ہے اور یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان دوسری قوموں سے ممتاز ہیں۔ مولانا مدظلہ نے فرمایا کہ صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے درمیانی وقفہ میں بڑی تعداد میں کفار مکہ اسلام سے مشرف ہوئے، اس کی وجہ مورخین اور سیرت نگار یہ بیان کرتے ہیں کہ کفار مکہ نے مدینہ جا کر مسلمانوں کو قریب سے دیکھا اور انہیں برتا تو ان پر یہ انکشاف ہوا کہ نبی کی صحبت و تربیت نے ان کے اندر غیر معمولی انقلاب برپا کر دیا ہے، ورنہ زبان اور لباس ایک ہی ہے، مولانا نے آخر میں فرمایا کہ قرآن کا عطر اس وقت بھی تھا جس کی خوشبو سے لوگ متاثر ہوتے تھے، آج بھی وہ عطر موجود ہے لیکن کیا بات ہے کہ اس کی خوشبو ہمارے وجود سے اٹھ نہیں رہی ہے اس لئے کہ ہم نے اپنی بہت سی خصوصیات سے اپنے کو محروم کر لیا ہے، ہمارے اخلاق و معاملات اور ہماری امانت داری لوگوں کو اپنی طرف کھینچتی تھی لیکن اب یہ بات نہیں، مولانا نے آخر میں اس بات پر زور دیا کہ آپ اپنے اخلاق و صفات اور ایمان و یقین کی دولت سے لوگوں میں انقلاب برپا کریں۔

رات کو شیخ نعمت یوسف کے مہمان خانہ میں قیام رہا اور ان کی تعلیم گاہ کی مجلس انتظامی کے ایک رکن نے جو اس علاقہ کی ایک سربرآوردہ شخصیت ہیں ضیافت کی۔

دوسرے روز [illegible] بجے مولانا مدظلہ نے معہد التربیۃ الاسلامیۃ کے اساتذہ و طلبہ سے خطاب فرمایا، پھر نئے قائم کیے جانے والے ذیلی ادارہ "المعہد العالی للدعوۃ" کا سنگ بنیاد رکھا اور دعا فرمائی، شام کے پروگرام میں قدح کے مرکزی ادارہ امور زراعت [illegible] میں جو یہاں سے ملک کا ایک اہم قومی سطح کا ادارہ ہے، خطاب رکھا گیا تھا جس کے لیے مولانا مدظلہ بعد مغرب تشریف لے گئے وہ جائے قیام سے دس بارہ کلومیٹر پر واقع تھا، وہاں خطاب فرمایا۔

اس زراعتی ادارہ کے سربراہ ملک کی ایک مقتدر شخصیت السید محمد المسعودی ہیں اور اچھا اسلامی جذبہ رکھتے ہیں، انہوں نے محبت و قدر کے ساتھ مولانا مدظلہ کا استقبال کیا اور خطاب کے بعد عشائیہ دیا، وہاں سے واپسی بعد عشاء ہوئی اور قریب میں واقع ایک محب اور داعی شخص کے مکان پر قیام ہوا اور رات وہیں رہے، اور وہیں سے دوسرے روز صبح ایرپورٹ کے لئے روانہ ہوئے یہ سنیچر کا دن تھا، اس روز قبل ظہر ملیشین یونیورسٹی میں پروگرام طے تھا، اسی لیے کوالالمپور پہنچ کر ایرپورٹ سے سیدھے وہیں جانا ہوا، مولانا مدظلہ کو گذشتہ روز کے مشغول پروگرام، پھر صبح سویرے سفر کے اثر سے خاصا تکان تھا، لیکن پھر بھی اس پروگرام کو انجام دیا اور حاضرین کو خطاب فرمایا۔

خطاب کے بعد قیام گاہ تشریف لائے وہاں سے بعد عصر دو جگہوں پر جانا تھا ایک تو تبلیغی مرکز، دوسرے اہم کے مرکز، اول الذکر مرکز تو شہر ہی میں ہے اور ہندوستانی مسجد کے نام سے موسوم ہے، عصر کے بعد روانہ ہو کر ٹریفک کی رکاوٹوں کی وجہ سے مغرب کے قریب پہنچنا ہوا، نماز مغرب ادا کر کے تقریر فرمائی حاضرین عموماً مقامی حضرات تھے اسی لیے عربی میں تقریر ہوئی جس کی ترجمانی ملیشین زبان میں ایک تبلیغی صاحب نے کی، مولانا مدظلہ نے جماعت کے کام کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے اور اس کی اہمیت بتاتے ہوئے مزید اس امر کی طرف بھی توجہ دلائی کہ ملک کے حالات کو نظر میں رکھتے ہوئے ملیشیا کے مقامی مزاج کی رعایت رکھیں اور کوشش کریں کہ ملک کے با اثر طبقہ کے رویہ میں کام سے کوئی غلط فہمی پیدا نہ ہو۔

مولانا مدظلہ نے یہ بات اس لیے بھی فرمائی کہ ملیشیا پہنچتے ہی کئی جلسوں میں سوالات کے کچھ جدید تعلیم یافتہ لوگ تبلیغی کام کے بارے میں دریافت کرتے تھے ایک صاحب نے کہا کہ یہ تو رہبانیت و ترک دنیا کی تعلیم ہے جس کو اسلام صحیح نہیں سمجھتا، ایک صاحب نے کہا کہ جماعت کے لوگ ملک و قوم کی خدمت کرتے کرتے اور تعلیم حاصل کرنے کے دوران ہی اچانک طویل طویل مدت کے لیے جماعت میں چلے جاتے ہیں اس سے کام کو نقصان پہنچتا ہے اور ضرورت مند لوگوں کے کام رک جاتے ہیں جس سے وہ پریشان ہوتے ہیں، مولانا مدظلہ نے خصوصی طور پر تبلیغی کام پر اتنے استفسار ہونے کی اصل وجہ دریافت کی تو معلوم ہوا کہ ایک تو یہ کام ملک میں خاصا پھیلا ہوا ہے، اور کام کرنے والوں کے رویہ سے کچھ منفی اثرات بھی سامنے آنے لگے ہیں، دوسرے یہ کہ ابھی حال میں جامع ازہر قاہرہ کے ایک بڑے فاضل اور عہدہ دار ڈاکٹر عبدالرؤف شبلی نے اس سلسلہ میں سخت مضمون لکھا ہے کہ طلبا اپنی تعلیم کو اور ملازمین اپنے فرائض منصبی کو اس طرح چھوڑ چھوڑ کر طویل مدت کے لیے چلے جاتے ہیں کہ مسلمانوں کی ضرورت اور مفادات کو نقصان پہنچتا ہے اور خدمت خلق کا واجبی حق ادا کرنے میں ان لوگوں سے کوتاہی ہوتی ہے جو کہ ایک طرح کی رہبانیت ہے جو بدھ مذہب کے نظریہ میں ملتی ہے اسلام کے نقطۂ نظر سے یہ غلط راہ ہے۔

مولانا مدظلہ نے وضاحت کے ساتھ اس کام کے آغاز اور اس کے موسس حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ سے اپنی ذاتی واقفیت اور ان کے اخلاص اور دین کی سمجھ کے بارے میں اپنے اعلیٰ تاثر کا ذکر کیا اور فرمایا کہ کام کرنے والوں کے عام افراد میں اگر کہیں کوئی بے اعتدالی ملتی ہے تو یہ ان مخصوص افراد کی اپنی کوتاہی ہے ورنہ جماعت کے قائدین کی طرف سے کوئی ایسی ہدایت یا تاکید نہیں کی جاتی اور جماعت کے موجودہ قائدین سے بھی اپنے قریبی روابط کا ذکر کیا اور ان کے بارے میں اپنے اچھے تاثر کا ذکر کیا۔

تبلیغی کام کے بارے میں سوالات کے علاوہ ملیشیا کے پروگرام میں ایک دوسرے امر کی طرف بھی خصوصی توجہ مبذول کرائی گئی، وہ یہ بات تھی کہ چند دنوں سے بعض شر پسندوں نے یہ خیال پھیلانا شروع کر دیا ہے کہ قیامت کا زمانہ آگیا ہے اور قرآن مجید منسوخ ہو رہا ہے، یہ بات یہاں کے متعدد اہل علم نے بہت تشویش کی نگاہ سے دیکھی کہ اس سے قرآن مجید کے بقاء کے بارے میں ایک مایوسی کا تصور بنتا ہے۔ مولانا مدظلہ کے سامنے یہ بات لائی گئی کہ اسرائیل نے قرآن مجید کے ایسے نسخے طبع کرا کے جن میں آیات میں تحریف ہے دنیا میں پھیلانے کی کوشش کی ہے اس کو دیکھ کر بعض لوگوں کے ذہن میں یہ تصور آیا کہ قرآن مجید کو تو اللہ تعالیٰ نے تا قیامت محفوظ فرما دیا ہے اگر اس میں تحریف ہوتی ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ قیامت بالکل سر پر آگئی ہے جس کے آنے پر قرآن مجید بھی اٹھا لیا جائے گا، لہٰذا یہ بات اب پیش آگئی ہے، مولانا مدظلہ نے وضاحت کی کہ یہ بالکل لغو بات ہے اسرائیل نے یہ کیا ضرور ہے لیکن اس کو ناکامی ہوئی ہے، اور ناکامی ہی ہوگی، کیونکہ جس صحیفہ کی حفاظت خود اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لی ہے اس کو اسرائیل کیا کوئی بھی طاقت نقصان نہیں پہنچا سکتی، البتہ ایسی سازشی کوششوں سے ہوشیار ضرور رہنا چاہیے اور ہوشیار کرتے رہنا چاہیے۔

(جاری)

بقیہ: حضرت سید احمد شہیدؒ

کا پس منظر کو اپنے مقالہ میں بیان کرتے ہوئے کہا کہ اس تحریک کا تعلق شاہ ولی اللہ صاحبؒ اور ان کے خاندان سے بہت گہرا ہے اور اس خاندان نے قرآن کے جو ترجمے کیے ہیں ان کی ادبی حیثیت مسلّم ہے۔

اس کے بعد استاذ ادب عربی اور البعث الاسلامی کے ایڈیٹر مولانا سعید الرحمن اعظمی ندوی نے سید احمد شہید کا تربیتی ادب اور زندگی پر اس کا اثر کے موضوع پر مقالہ پیش کیا اور انھوں نے سید صاحب کے ادب کے نہایت ہی زود اثر اور سحر انگیز واقعات کے چند نمونے پیش کیے پھر صدر جلسہ کے اختتام پر تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ ندوہ میں ایک شعبہ قائم کیا جائے جس میں سید صاحب کی تحریک کا جائزہ لیا جائے۔ اخیر میں تمام مقالہ نگاروں کے شکریہ کے ساتھ جلسہ کا اختتام کا اعلان کیا گیا۔

دس منٹ وقفہ کے بعد اسی دن کی دوسری نشست زیر صدارت ڈاکٹر مشیر الحق صاحب ندوی کا آغاز ہوا۔ جس کی نظامت کی ذمہ داری ڈاکٹر ضیاء الحسن صاحب ندوی کے ذمہ تھی نعتیہ کلام اور ڈاکٹر عبداللہ عباس صاحب ندوی کے توجیہی کلمات وارشادات کے بعد مقالوں کا سلسلہ شروع ہوا۔ بنارس ہندو یونیورسٹی کے ڈاکٹر ظفر احمد صدیقی نے مولانا اسماعیل شہیدؒ کی تصنیف تقویۃ الایمان ایک مطالعہ کے عنوان سے ایک مقالہ پڑھا جس میں انھوں نے سید صاحب کی تحریک کو اصلاحی و جہادی اور سب سے طاقتور اور فعال تحریک قرار دیا۔

مولانا محمد عارف صاحب سنبھلی ندوی استاذ تفسیر دار العلوم نے مختصر جامع اور مانع تقریر کی۔

پھر اخیر میں صدر جلسہ نے اپنی تقریر میں خاص طور سے اس بات پر زور دیا کہ ندوی نوجوان کو سید صاحب کی تحریک پر کام کرنا چاہیے۔ اور زمانہ کے حالات کا جائزہ لیں اور تحریک کا مطالعہ کرتے وقت خود کو اس دور میں لے جائیں نہ کہ اس دور کی شخصیتوں کو آج کے دور میں لا کر ان کا جائزہ لیں۔

اس کانفرنس کی آخری نشست بعد نماز مغرب منعقد ہوئی جس کی صدارت صدر شعبۂ دینیات وعلوم اسلامیہ مولانا ابوالعرفان خاں صاحب ندوی نے کی اور نظامت کا فریضہ مدیر البعث الاسلامی مولانا سعید الرحمن صاحب اعظمی ندوی نے انجام دیا۔ اس کے بعد سید محمد ثانی حسنی مرحوم کی نظم جو انھوں نے سید احمد شہید کے سرگرم مجاہد اور ان کے دست راست شاہ اسماعیل شہید کے مزار پر ۱۹۵۵ء میں حاضری کے وقت متاثر ہو کر کہی تھی ندوہ کے ایک طالب صادق جلیس نے پڑھی۔ اس نشست میں ڈاکٹر نعیم اختر صاحب فاروقی نے تقویۃ الایمان پر ایک مقالہ پیش کیا۔

اس کے بعد جامعۃ الہدایہ جے پور کے مہتمم مولانا محمد خالد صاحب ندوی نے اردو زبان پر سید احمد شہیدؒ کی تحریک کے اثرات کے موضوع پر ایک جامع اور گراں قدر مقالہ پیش کیا۔

پھر اس نشست کے اخیر میں فرید احمد ندوی متعلم علی گڑھ یونیورسٹی اور معہد الدعوۃ دار العلوم ندوۃ العلماء کے ایک طالب علم مظفر حسین کشمیری ندوی نے اپنے اپنے مقالے پیش کیے۔ اسی پر مقالات کا سلسلہ ختم ہوا۔

پھر صدر جلسہ نے تمام مقالہ نگاروں کے شکریہ کے ساتھ کہا کہ میں اس مجلس میں شرکت کو باعث خیر و برکت سمجھتا ہوں۔ آج کی اور گذشتہ کل کی مجلس مذاکرہ کا جو عنوان اور اس کی جس ذات گرامی سے نسبت ہے وہ بہت عظیم ہے کیونکہ وہ ذات گرامی بڑی عظیم تھی حضرت سید احمد شہیدؒ اور ان کی مساعی علمی منہاج النبوۃ تھی

ان صدارتی کلمات کے بعد حضرت مولانا مدظلہ العالی نے بہت ہی موثر تقریر فرمائی۔ مولانا نے فرمایا کہ خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ میں درجنوں سمینار اور کانفرنسوں میں شریک ہوا ہوں لیکن سچی بات یہ ہے کہ اس کانفرنس میں جتنی روحانیت محسوس کی شاید کسی بھی کانفرنس میں محسوس نہیں کی۔ اتنے عرصہ بعد جس کے ذکر سے خیر و برکت کا نزول ہوا اس کی زبان کی کیا تاثیر ہوگی۔ اس کے قلب و زبان کی کیا تاثیر رہی ہوگی

اس کے بعد مندوبین کی طرف سے سید صباح الدین عبدالرحمان صاحب نے چند کلمات تشکر فرمائے اور اخیر میں عبداللہ عباس صاحب ندوی نے رابطہ ادب اسلامی اور منتظمین کی طرف سے مہمانوں کا شکریہ ادا کیا، پھر حضرت مولانا مدظلہ کی دعا پر جلسہ کا اختتام ہوا۔ * *

> ## دعائے مغفرت
>
> دار العلوم ندوۃ العلماء کے خصوصی ہمدرد و معاون بھروچ برادرس ہیں کے ایک اہم فرد حاجی اسماعیل کا لندن میں انتقال ہو گیا۔
>
> انا للہ وانا الیہ راجعون
>
> ادارہ "تعمیر حیات" مرحوم کی مغفرت کے لیے دعا کرتا ہے اور قارئین تعمیر حیات سے دعائے مغفرت کی درخواست کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

پرنٹر پبلیشر نبیل احمد ندوی نے

ایران اسرائیل تعلقات:

ایران نے اسرائیل سے بیس معاہدے کیے اور دو ارب ڈالر سے زائد کے اسلحے خریدے

محمود الازہار ندوی

ایران اور اسرائیل کے مابین تعلقات کوئی نئی بات نہیں ہے ان دونوں ممالک کے مختلف گوشوں میں ایک دوسرے کا تعاون حاصل رہا ہے، مگر جب خلیج کی جنگ کا آغاز ہوا تو اس تعاون کو مزید اہمیت حاصل ہو گئی ہے اور یہ تعاون فوجی میدان میں زیادہ وسیع پیمانے پر ہونے لگا ہے اب تک جو حقائق و واقعات سامنے آتے ہیں ان سے اندازہ ہوتا ہے دونوں ملکوں کے درمیان ۱۹۷۹ء سے اس میدان میں تعاون رہا ہے دونوں ممالک کے مابین اسلحے اور فاضل پرزے اور جدید ترین سہولیات کے حصول کے لئے جو گفتگو ہوئی اور الازم میں جو جو افراد نے رابطے کا کام کیا اس کا تفصیلی احاطہ نیویارک کی فلسطینی سپریم کونسل کی تنظیم نے اپنے بیان میں کیا ہے، جس کو کویت کے اخبار "البلاغ" نے ۴ر اکتوبر کے شمارہ میں شائع کیا ہے، اس کا ترجمہ و تلخیص پیش کیا جا رہا ہے تاکہ ایران کی مسلم دشمنی اور مسلم دشمن طاقتوں سے اس کا تعاون کس کس نوعیت کا رہا ہے باخبر رہا جا سکے۔

ایران کی خمینی حکومت اسرائیل سے ۱۹۷۹ء سے آج تک حسب ذیل امور میں تعاون حاصل کرتی رہی ہے۔

(۱) ایران نے اسرائیل سے تقریباً اسرائیلی اور امریکی اسلحہ کی خریداری کے بیس معاہدے کئے جن کی قیمت دو ارب ڈالر سے زائد ہے، اس معاہدے کے تحت ایران نے وہ اسلحے بھی خریدے جو اسرائیل نے فلسطینی مجاہدوں سے لبنان میں چھینے تھے۔

(۲) اسرائیل کے انٹیلیجنس اور ایران کی خمینی حکومت کے انٹیلیجنس کے مابین یورپ اور ایران اور اسرائیل میں مکمل تعاون رہا ہے اور دونوں ایک دوسرے عراق اور دوسرے عرب ممالک کے خلاف معلومات کا تبادلہ کرتے رہتے ہیں۔

(۳) اسرائیل نے متعدد بار اپنے مشیروں کو ان اسلحہ کی جو ایران نے اسرائیل سے خریدے تھے استعمال کی تربیت کے لیے ایران بھیجے۔

(۴) مستند ذرائع سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ اسرائیل نے تین بار اپنے فوجی مشیروں کو ایرانی قیادت کی عراق کے خلاف مدد کے لئے بھیجا۔

(۵) اسرائیل نے ایرانی بیڑے کے لیے فاضل پرزے بھیجے اور ایرانی بحری بیڑے کی درستگی کے لیے ۱۹۸۵ء اور ۱۹۸۶ء اور ۱۹۸۷ء میں اپنے مشیروں کو بھیجا۔

(۶) ایران اور اسرائیل کے مابین ہوائی رابطہ بھی ہے کیونکہ اکثر اسلحہ کی ترسیل ان طیاروں کے ذریعہ ہوتی ہے جو اسرائیل پر پرواز کر کے ایران پہونچتے ہیں، اور کانگریس کی تحقیقات میں یہ ذکر آ چکا ہے، رابرٹ میکفرلین، صدر ریگن کے قومی سلامتی کے مشیر اور کرنل نارتھ اور بعض اسرائیلی مشیر اور اعلیٰ عہدیدار، اسرائیل سے بذریعہ طیارہ ایران پہونچے پھر طہران سے اسرائیل پہونچے اور وہاں سے ریاستہائے متحدہ امریکہ۔

(۷) اسرائیلی انٹیلیجنس کے ادارہ "موساد" اور تنظیم انقلاب ایران اور امریکہ کی "سیف الاسلام" تنظیم کے درمیان تعاون رہا ہے، وہ خلیجی ممالک کے خلاف رہا ہے متحدہ امریکہ اور یورپ میں کام کر رہا ہے اور جہاں تک ہمیں معلوم ہے کہ ۱۹۸۷ء کے درمیان موساد نے ان دونوں تنظیموں کو ۷۰ ہزار ڈالر دیا ہے، یہاں پر ہم ان امور پر ثبوت کو پیش کرتے ہیں جو امریکی اخبارات میں شائع ہوئے ہیں، جس میں سابق امریکی سینیٹرز اور امریکی سینیٹ اور ایران نمائندگان کی مشترکہ کمیٹی نے ایران کو اسلحہ کی فروخت اور اس کی قیمت لگا کر کے کنٹراس کے باغیوں کو منتقلی کی تحقیقات پر مشتمل ہے وہ یہ ہے۔

(۱) زبگینو برژنسکی، سابق امریکی صدر کارٹر کے مشیر نے اپنی کتاب "طاقت اور اصول" میں لکھا ہے کہ "یہ چیز واضح ہو گئی ہے کہ اسرائیل ایران کو برابر اسلحہ فراہم کرتا رہا ہے حتیٰ کہ ان ایام میں بھی جب ایرانی طہران کے امریکی سفارتخانے پر قبضہ کیا یعنی نومبر ۱۹۷۹ء، وہ لکھتا ہے کہ ہم اس وقت ششدر رہ گئے جب معلوم ہوا کہ اسرائیل خفیہ طور سے امریکی فاضل پرزے فراہم کرتے رہے ہیں۔ (واشنگٹن پوسٹ ۱۹۸۱ء)

(۲) واشنگٹن میں اسرائیلی لابی کے صدر موریس اماتمی نے مشیر چوٹی کے جو ریگن کے انتخابی مشیر تھے اور بعد میں قومی سلامتی امور کے مشیر ہو گئے تھے۔ رابطہ قائم کیا اور پوچھا کہ ریگن حکومت کا اگلا قدم اسرائیلی ایران کو ایف ۴ طیاروں کے فاضل پرزوں کے متعلق کیا موقف ہوگا۔ (واشنگٹن پوسٹ، ۲۹ر ۱۱ر ۱۹۸۷ء)

(۳) سابق امریکی وزیر خارجہ الگزینڈر ہیگ نے اسرائیل کو ایران کے ۲۵۰ کا طیاروں کے لیے اس پرپارٹ کی سپلائی کی اجازت دیدی تھی، ہیگ نے یہ فیصلہ رابرٹ میکفرلین اور ڈیوڈ کمچی، اسرائیلی وزیر خارجہ کے مدیر عام سے مشورہ کرنے کے بعد ہی کیا تھا۔ (واشنگٹن پوسٹ، ۲۹ر ۱۱ر ۱۹۸۶ء)

(۴) یعقوب نمرودی سابق اسرائیلی کرنل اور سابق اسرائیلی سفیر متعینہ ایران نے جولائی ۱۹۸۱ء میں ۵۰ر امریکی، لانس طرز کے راکٹ، زمین سے زمین پر مار کرنے والے اور ۶۸ ہاک طرز کے امریکی راکٹ زمین سے فضا میں مار کرنے والے، اور ۲۰۳ کر بریٹ توپوں کے گولے، جو لیزر شعاعوں کے ذریعہ چلتے ہیں اور ۴۰ توپیں ۱۵۵ ملی میٹر کی اور ۱۰۰۰ دوسرے گولے فروخت کئے اور اس سودے کی قیمت ۱۳۵ ملین ڈالر تھی (آبزرور لندن اور واشنگٹن ٹائمز ۱۹۸۶ء)

(۵) ایک ارجنٹینی طیارہ فوجی ساز و سامان لے کر اسرائیل سے ایران جا رہا تھا، ترکی اور سوویت روس کے حدود پر تباہ ہو گیا، اس حادثہ سے معلوم ہوا کہ اسرائیل اور خمینی حکومت نے ۳۰۰ ٹن فاضل پرزے اور امریکن ٹینک کے ذخائر کا سودا کیا تھا، اور ایک سوئس اسلحہ کے ایجنٹ نے کہا کہ ایک ایرانی مندوب نے لندن میں ایک معاہدہ پر دستخط کیا تھا جس کی قیمت ۲۷.۶ ملین ڈالر تھی اور اس معاہدہ کا مشن یہ تھا کہ تل ابیب سے طہران لاتے گا قبرص کے ذریعہ اسلحہ بھیجا جائے گا اور طیارہ تباہ ہونے سے قبل چار بار اسرائیل اور ایران کے درمیان پرواز کر چکا تھا (واشنگٹن پوسٹ ۱۹۸۱ء)

(۶) اسرائیلی وزیر دفاع ایریل شارون نے امریکی وزیر دفاع کیسپر وائنبرگر سے، نومبر ۱۹۸۱ء میں گفتگو کی اور امریکن الف ۴ کے فاضل پرزے ایران کو فروخت کرنے کی اجازت چاہی مگر وائنبرگر نے انکار کر دیا پھر بعد میں شارون نے وزیر خارجہ ہیگ سے ملاقات کی انہوں نے یا تو اس کی منظوری دیدی یا انکار نہیں کیا مگر اس کے بعد اسرائیلی فاضل پرزے بھیجے گئے۔ (واشنگٹن پوسٹ، ۲۹ر نومبر ۱۹۸۶ء)

(۷) شارون نے کہا کہ امریکہ کو اس کا علم تھا کہ اسرائیل ایران کو سامان بھیج رہا ہے کیونکہ اسرائیل نے ان تمام اسلحہ کی فہرست امریکہ کو بھیج دی تھی جو اس نے ایران کو بھیجے تھے اور اسرائیلی ذمہ داروں نے اس موضوع پر امریکی ذمہ داروں سے گفتگو کی تھی۔ (واشنگٹن پوسٹ ۲۸ر مئی ۱۹۸۲ء اور ۲۹ر نومبر ۱۹۸۶ء)

(۸) امریکہ کے انٹیلیجنس ادارہ کی رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ اسرائیل برابر ایران کو اسلحہ بھیجتا رہا ہے، اور ابھی حال ہی میں اسرائیل اور ایران کے مابین ۵۰ ملین ڈالر کا سودا ہوا تھا جس میں وہ اسلحے بھی شامل تھے جس پر اسرائیل نے تنظیم آزادی فلسطین کے اسلحہ پر لبنان میں قبضہ کیا تھا، اور اسرائیل نے یہ بھی تسلیم کیا کہ اس نے ایران کو فاضل پرزے اور دوسرے ساز و سامان فراہم کئے۔ (ڈیلی ایکسپریس ۱۸ر ۸ر ۸۲ء، واشنگٹن پوسٹ، ۲۰ر ۸ر ۱۹۸۲ء)

(۹) واشنگٹن میں متعین اسرائیلی سفیر موشی ارینز نے کہا کہ ایران کو اسرائیلی اسلحہ کی مسلسل فروخت امریکہ کی منظوری کے بعد ہی عمل میں آیا تھا۔ (واشنگٹن پوسٹ ۲۳ر اکتوبر ۱۹۸۲ء)

(۱۰) یعقوب نمرودی، ایمرمنز اور دو اور خونبر اسرائیلی اسلحہ کے تاجروں نے المونشیر گوربانیفر سے ملاقات کی اور ایران کو راکٹ فروخت کرنے کے امر پر گفتگو کی اور امریکا تاجر فورمارک نے عدنان خاشقجی کو گوربانیفر پر ترجیح دی کیونکہ خاشقجی اسرائیلیوں سے واقف تھا اور گوربانیفر ناواقف، اور جلد ہی ایک ملاقات میں ان سے یورپ میں ایرانی اسلحہ کی خریداری کے ایجنٹ ڈاکٹر شاہ بادی کو شامل کر لیا گیا اور وہ خاشقجی کا دوست تھا اور بونگ طیاروں کے فاضل پرزے کی خریداری پر گفتگو کی۔ (نادر تحقیقاتی کمیٹی ۸ دسمبر ۱۹۸۶ء)

(۱۱) اسرائیلی امور خارجہ کے مدیر عام ڈیوڈ کمچی نے رابرٹ میکفرلین سے ۳ر جولائی ۱۹۸۵ء کو ملاقات کی اور ان سے کہا کہ اسرائیل نے ایران کے ساتھ گفتگو کا آغاز کیا ہے اور کمچی نے کہا ہے کہ ایرانی

روسی دباؤ کی وجہ سے امریکہ سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں، اور کہا کہ ایرانی اس بات پر تیار ہیں کہ وہ اپنے اثر و نفوذ کو امریکی یرغمالیوں کی رہائی کے لیے استعمال کریں گے، اس بات پر کہ امریکہ ایران کو اسلحہ دے اور میکفارلین نے اس تجویز کو صدر ریگن اور وزیر خارجہ اور وزیر دفاع اور انٹیلیجنس کے صدر کو پہنچا دیا، (سینیٹر ٹاور کی تحقیقاتی کمیٹی)

⑫ ۳ر جولائی ۱۹۸۵ء کو ریگن کے مشیر میکفارلین کو ایک خط پہنچا جو براہ راست اسرائیلی وزیر اعظم پیریز نے بھیجا تھا اور اسرائیلی قاصد کا نام مسٹر شویمر تھا اور اس نے یہ خط مسٹر مائیکل لیڈین (موساد کا کارندہ) کے توسط سے پیش کیا اور خط میں یہ تھا کہ اسرائیلیوں اور ایرانیوں کے درمیان ایک نشست ہوئی تھی جس میں ایرانیوں نے یہ بات کہی کہ ایران میں بہت سے ایسے ایرانی ہیں جو مغرب اور خاص طور سے امریکہ سے وسیع پیمانہ پر تعلقات قائم کرنا چاہتے ہیں، اس کا مقصد ایران اور امریکہ کے درمیان گفتگو کا آغاز کرنا تھا۔ (سینیٹر ٹاور کی تحقیقاتی کمیٹی)

⑬ اسرائیل نے ایک سو ٹاو راکٹ پرتگال کے ذریعہ ایران کو بھیجے اور یہ راکٹ ۱۳ر دسمبر ۱۹۸۵ء کو پہونچ گئے اور انٹیلیجنس کمیٹی نے امریکی سینیٹ میں اس بات کا ذکر کیا کہ ۵۰۸ ٹاو راکٹ ایران کو ۳۰ر اگست ۱۹۸۵ء کو لوڈ کرائے گئے، اور سینیٹر ٹاور کی تحقیقاتی کمیٹی نے کہا کہ ۱۰۰ ٹاو راکٹ ایران کے لیے ۲۰ر اگست کو لوڈ کیے گئے اور ۴۰۸ راکٹ ۱۴ ستمبر کو لوڈ کیے گئے تھے۔ (سینیٹر ٹاور کی تحقیقاتی کمیٹی)

⑭ فروری ۱۹۸۶ء کو سی آئی اے نے ۱۰۰۰ ٹاو راکٹ اسرائیل کے حوالے کیے اور ۱۵ر فروری کو یہ راکٹ طیاروں کے ذریعہ اسرائیل سے ایران پہنچائے گئے۔ اور ۱۸ر فروری کو یہ طیارے ان ہاک راکٹوں کو لے کر اسرائیل لوٹ آئے جو نومبر ۱۹۸۵ء کو اسرائیل سے ایران بھیجے گئے تھے، کیونکہ وہ بے کار تھے۔
(واشنگٹن پوسٹ ۲۷/۱۱/۱۹۸۶ء)

⑮ ۲۴ر فروری ۱۹۸۶ء کو فرانکفرٹ، جرمنی میں، نارتھ اور جنرل سیکورڈ اور حکیم ایرانی، اور نیز اسرائیلی اور امریکی انٹیلیجنس میں شرق اوسط کے سربراہ اور گوربانیفر نے اس لئے ملاقات کی کہ ۔۔۔ ٹاو راکٹ کی دوسری قسط کے موضوع پر گفتگو کریں، اور امریکہ اور ایران کے درمیان اعلیٰ پیمانہ پر گفتگو کا موضوع تلاش کریں، ایرانیوں نے کہا کہ ہم امریکہ سے فوراً رابطہ قائم کرنا چاہتے ہیں اور ۔۔۔۴ ٹاو راکٹ اور فنی مشورے چاہتے ہیں اس بات پر کہ ایران حزب اللہ سے رابطہ قائم کرے اور امریکی یرغمالیوں کو رہائی دلائے۔ (واشنگٹن پوسٹ، ۱۹ر فروری ۱۹۸۷ء، اور سینیٹر ٹاور تحقیقاتی کمیٹی)

⑯ ۲۵ر مئی ۱۹۸۶ء کو میکفارلین، نارتھ، تین کیف سب کے سب امریکی اور نیز اسرائیلی تل ابیب سے طہران پہونچے اور ایک گھنٹہ کے انتظار کے بعد ایک ہوٹل میں ایرانیوں سے ملاقات کی، (سینیٹر ٹاور کی تحقیقاتی کمیٹی) اور اس کے بعد اسی طیارہ سے تل ابیب لوٹ آئے،

⑰ ۲۷ر جولائی ۱۹۸۶ء کو جارج بش نے اسرائیلی وزیر اعظم کے مشیر امرام نیر سے بیت المقدس میں "ملک داؤد" ہوٹل میں ملاقات کی، اور نیر نے کہا کہ ایران کی ریڈیکل طاقتیں جن سے گفت و شنید جاری ہے اور یرغمالیوں کی رہائی کا بھی امکان ہے لیکن ایران کے معتدل عناصر سے ان کی آزادی کی توقع نہیں کرنا چاہئے، نیر نے بش سے کہا کہ اسرائیل نے ایران سے روابط قائم کیے، اور نیر نے کہا کہ اس نے ایرانی وزیر اعظم سے فروری میں ملاقات کی اور ایک معاہدہ کیا کہ ایران کو ۴۰۰۰ ہزار ٹاو راکٹ دیئے جائیں گے اور نیر نے یہ بھی بتایا کہ ایرانی وزیر اعظم نے اس معاہدہ میں ریڈیکل طاقتوں کے قاصد کا کام انجام دیا۔ (سینیٹر ٹاور کی تحقیقاتی کمیٹی)

⑱ ۱۲ر اگست ۱۹۸۶ء کو ہاک راکٹوں کے فاضل پرزے ایران کو دیئے گئے اور ۷۰۷ بوئنگ طیارہ اسرائیلی نشانات کے بغیر اڑا اور بحر احمر، بحر عرب اور ایران ہوتے ہوئے بندر عباس پر پہونچا اس کا سامان اتارا گیا اور اس پر ۲۴ ہزار ڈالر ٹاو راکٹ کے فاضل پرزے تھے، (سینیٹر ٹاور کی تحقیقاتی کمیٹی)

⑲ ۱۹۸۶ء کے اگست کے اوائل میں اسرائیلی وزیر اعظم کے مشیر نیر نے گوربانیفر سے ملاقات کی اور ایران نے اسرائیل سے براہ راست درخواست کی کہ ہاک راکٹوں کے لئے دو راڈار نظام اور ان راکٹوں کے لئے الیکٹرانک سامان اور ۱۰۰ ٹاو راکٹ اور دوسرے فوجی ساز و سامان اس کو سپلائی کرے، اور ایک امریکی کو ایران دوبارہ بھیجے کیونکہ اس کے بعد ہی [illegible] یرغمالیوں کی رہائی ممکن ہو سکتی ہے۔ (کانگریس کی تحقیقاتی کمیٹی ۱۹۸۷ء)

⑳ امریکی صدر کے قومی سلامتی امور کے مشیر پوئنڈکسٹر اور کرنل اولیور نورث نے ۱۰ر ستمبر ۱۹۸۶ء کو اسرائیلی وزیر اعظم پیریز کے مشیر نیر سے مذکورہ امر میں ملاقات کی، اور نیر نے کہا کہ اسرائیل چاہتا ہے کہ وہ یرغمالیوں کی رہائی کے متعلق گفتگو جاری رکھنا چاہتا ہے، کیونکہ اسرائیل چاہتا ہے کہ اسرائیلی فوجی حزب کے قیدی واپس آجائیں اور نیر نے بھی کہا کہ اس امریکی، اسرائیلی اور ایرانی ملاقات کے لئے ایرانی وفد کی قیادت محمود رفسنجانی کریں گے جو شام میں ایران کے سفیر رہ چکے تھے اور ایرانی پارلیمنٹ کے اسپیکر علی اکبر رفسنجانی کے بھائی تھے۔
(سینیٹر ٹاور کی تحقیقاتی کمیٹی)

مذکورہ بالا حقائق ایرانی حکمرانوں کے ذہن اور مسلمانوں کے دشمن اسرائیل کے ساتھ معاملت نے خمینی حکومت کی دشمنی کو بے نقاب کر دیا ہے جو اسلامی انقلاب کا دعویدار ہے اور کہتا ہے کہ اسرائیل ہی سب سے بڑا دشمن ہے اور قدس کو اسی اسرائیل سے آزاد کرانا چاہتا ہے، جس سے وہ معاملہ کر رہا ہے جب کہ تمام امور میں وہ اسی کی مدد کا طلبگار ہے تاکہ عربوں اور مسلمانوں کے خلاف اپنے پلان کو نافذ کرے، جبکہ اسرائیل کا پلان یہ ہے:-

(۱) مسلمانوں میں تفرقہ ڈالا جائے،

(۲) عراقی اور ایرانی جنگ کو جاری رکھا جائے جس کی وجہ سے لاکھوں انسانی جانوں کا اتلاف ہوا ہے۔ اور ابھی تک ہو رہا ہے اور عالم اسلام کے کثیر مال و دولت کو برباد کیا جائے۔

(۳) عالم اسلام کو عراق و ایران کے جنگ میں مشغول رکھا جائے اور مسلمانوں کے عظیم دشمن اسرائیل سے ان کو غافل کر دیا جائے اور فلسطین کو صیہونی قبضہ سے آزادی کے عمل کو موخر کر دیا جائے۔

حضرت مولانا ابوالسعود احمد صاحب کو صدمہ

امیر شریعت کرناٹک حضرت مولانا ابوالسعود احمد صاحب مہتمم دار العلوم سبیل الرشاد بنگلور کی اہلیہ محترمہ مختصر سی علالت کے بعد ۲۱ر اکتوبر ۱۹۸۷ء کو بعد مغرب انتقال فرما گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ دوسرے دن بعد عصر سبیل الرشاد کے احاطہ میں تدفین عمل میں آئی۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو مقامات بلند نصیب فرمائے اور پسماندگان خصوصاً حضرت موصوف اور ان کی اولاد کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔ قارئین تعمیر حیات سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

چند بہترین دینی کتابیں

تالیف:- قاضی زین العابدین سجاد میرٹھی سابق پروفیسر جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی

قاموس القرآن: تمام الفاظ قرآنی کے معانی اور ان کی مکمل صرفی و نحوی تشریح، اہم الفاظ پر مستند مفسرین و محدثین کے افادات کی روشنی میں جامع و مدلل نوٹ، معارف قرآن کی مستند انسائیکلو پیڈیا،
صفحات ۸۰۰ مجلد -/۳۵

بیان اللسان: تیس ہزار قدیم و جدید الفاظ کی عربی اردو ڈکشنری، ہر لفظ کی مکمل تشریح مع اعراب ترتیب انگریزی ڈکشنریوں کے طرز پر، آخر میں ضمیمہ الفاظ جدیدہ، آفسیٹ کی اعلیٰ طباعت
صفحات ۹۴۴ مجلد -/۵۰

سیرت طیبہ: سیرت نبوی پر ایک جدید مستند کتاب، زبان سہل، انداز بیان دل نشین، اہم واقعات پر قرآن کریم کی روشنی میں بصیرت افروز تبصرے۔ مجلد -/۲۰

شہید کربلا: خلافت راشدہ کے عہد زریں پر جامع تبصرہ۔ دشمنان اسلام کی سازشوں کی نقاب کشائی۔ یزید کی ولی عہدی کی شرعی حیثیت، شہادت امام حسینؓ کے جگر پاش مناظر حدیث و تاریخ کی روشنی میں۔ مجلد -/۱۵

کلام عربی: آسان طریقہ پر عربی سکھانے والی بہترین کتاب۔ -/۵

محصول بذمہ خریدار، پتہ انگریزی میں بھی لکھیں۔

MAKTBA ILMIYA QAZI STREET MEERUT (U.P.)

مکتبہ علمیہ قاضی منزل قاضی اسٹریٹ میرٹھ (یو۔پی)

شیعیت خود اپنے آئینے میں

(آخری قسط)

مولانا محبوب الرحمٰن صاحب ندوی ازہری

اسلامی فرقوں کے بارے میں

شیعوں کی کتابوں میں تمام فرق اسلامیہ کو کافر، ملعون اور مخلد فی النار کہا گیا ہے اور ان کو ناصبی کا لقب دیا گیا ہے، کتب شیعہ صاف کہتی ہیں کہ ناصبی کا خون اور مال حلال ہے، سوائے اس کی بیوی جس سے نکاح جائز ہے کیونکہ مشرکین سے نکاح جائز ہے، کتب شیعہ کی تصریح کے مطابق ناصبی ہر وہ شخص ہے جو اول و ثانی (حضرت ابوبکر اور حضرت عمر) کو حضرت علی پر مقدم کرے یا ان کی امامت کو تسلیم کرے، کتب شیعہ کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت علی کو اپنے اور مخلوق کے درمیان علامت قرار دیا ہے، جو انکار کرے وہ کافر اور جو ان کے ساتھ دوسرے کو شریک کرے وہ مشرک ہے، امامت میں اختلاف کرنے والے کا ایمان نہیں ہے، وہ جہنمی ہے۔

یہ کچھ مسائل ایسے ہیں جن کی موجودگی میں اتحاد و اتفاق بین المسلمین کی بات بالکل لغو ہے کوئی شخص بھی اس کے لئے تیار نہیں ہو سکتا ہے، امت اسلامیہ کو اپنے اس عقیدہ شیعی کی موجودگی میں کیا مستقبل میں کوئی امید ہو سکتی ہے؟ اس کے بعد ہم دوسرے مسائل کا ذکر کرتے ہیں جو شیعی عقائد میں بنیادی حیثیت رکھتے ہیں اور اسلام ان سے بری ہے

احکام شرعیہ

شیعی کتابوں کا اس امر پر اتفاق ہے کہ ائمہ اولاد علی ہر اس حدیث کے خلاف ہیں جس کو مسلمان روایت کرتے ہیں اور صحیح راستہ یہی ہے کہ جو مسلمان کہیں اس کے برعکس راستہ اختیار کیا جائے، ہر بھلائی جو مسلمانوں کے یہاں ہو وہ باطل ہے، مسلمانوں کی مخالفت ہی میں رشد و ہدایت ہے۔ امام کا کہنا ہے کہ مسلمانوں کے موافق جو حکم ہے اس سے ترک جاؤ، اس لئے کہ رشد مسلمانوں کی مخالفت میں ہے، امام صادق اسی امر کا حکم دیتے تھے جو مسلمانوں کے خلاف ہے۔ اور کہتے تھے کہ حضرت علی جو بھی کرتے تھے مسلمان اس کے خلاف کرتے تھے تاکہ حضرت علی کا حکم باطل ہو جائے۔

یہ شیعوں کا دعویٰ ہے اور شیعوں کے نزدیک اصول فقہ میں سب سے بنیادی اصل ہے جو کسی مسلک مذہب یا دین میں نہیں ہو سکتا، علمی عقلی دلائل میں اس کی کوئی گنجائش نہیں ہے، صرف شیعہ ہی اس کے قائل ہو سکتے ہیں۔

تقیہ

شیعوں کو اور ان کی کتابوں کو تقیہ سے اتنا عشق ہے کہ اس کے لئے ہر قسم کی روایات اور احکام وضع کئے ہوئے ہیں، اگر امام کوئی حدیث بیان کرے یا کوئی عمل انجام دے جو امت مسلمہ کے موافق ہو تو شیعوں کے نزدیک وہ تقیہ ہے، ہم ائمہ کا احترام کرتے ہیں اور امام کی سب سے بڑی بزرگی یہی ہے کہ وہ اللہ کے پیغام کو صحیح طور پر پہونچا دیں، اور اس میں صرف اللہ کی خشیت پیش نظر ہو، کسی غیر کی خشیت اور نہ لومۃ لائم کا خیال ہو، شیعہ عصمت امام کے قائل ہیں اور ائمہ کی روایت اور عبادت کو تقیہ قرار دینا امام کی عصمت اور اس کے دین کو مجروح کرنا ہے، بلکہ ختم کر دینا ہے، ہر صحیح شخص کے لئے اگر خاموشی اختیار کرے تو اس میں نجات ہے، پھر سکوت کو چھوڑ کر غلط بیانی کرنا یا غلط عمل کرنا تو کسی بھی بڑے شخص یا معمولی کے لئے ناممکن ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز کے پابند تھے اور اوقات کا خیال رکھتے تھے جماعت میں حاضر ہوتے تھے فرائض صلوٰۃ اور جمعہ ادا کرتے تھے، حضرت ابوبکر و عمر و عثمان کی اقتداء میں نمازیں ادا کیں، جو خالصۃً لوجہ اللہ تھیں، ان کی ایسی شخصیت سوائے خدا کے کسی کی خشیت کی حامل نہیں ہو سکتی، ان کی عبادتیں تقویٰ تھی، نہ کہ تقیہ، اس کو تقیہ کہنا صرف ان کے دین کو مجروح کرنا ہے بلکہ ان کی عظمت و شان کو مسخ کرنا ہے۔ یہی دوسرے ائمہ کا حال ہے؟ ان کے اعمال و عبادتیں تقویٰ سے تھے نہ کہ تقیہ،

کتب شیعہ کی کچھ بدترین باتیں

حضرت علی نے حضرت عائشہ کو طلاق دیدی، اس طرح وہ ام المومنین نہیں ہیں۔ • قائم جب بھی آئے گا تو وہ حضرت عائشہ پر حد قائم کرے گا۔ • قائم جب ظاہر ہوگا تو مسلمانوں کی مسجدوں کو منہدم کر دے گا جس میں مسجد نبوی بھی ہے۔ • اور حجرہ نبویہ کو گرا دے گا • اور صاحبین کی قبروں کو کھود کر نکالے گا، دونوں لاشیں اسی طرح تر و تازہ ہوں گی پھر ان کو سولی دے گا • اور جلائے گا، اس لئے کہ بشر کے تمام گناہ آدم سے لے کر قیامت تک ان کی وجہ سے ہیں، تو اس کا عذاب ان ہی کو ملے گا۔

ایک جاہل بھی یقین رکھتا ہے کہ اس قسم کی خرافات سے دین، ادب اور ائمہ بری ہیں، اس کے رد کرنے کی ضرورت نہیں ہے، کتب شیعہ میں ان امور کا ذکر بدترین جہالت اور وقاحت ہے، کتنی عجیب بات ہے کہ ایک شیعی عالم اپنی کتابوں میں اس کا ذکر کرتا ہے اور اس کا دین، ادب، عقل و ایمان اس کو اس قسم کی فواحش سے نہیں روکتے ہیں۔ اس قسم کی کتابیں عام ہیں اور شائع ہیں بغیر کسی نکیر کے سب پڑھتے ہیں اور مجلسوں میں مقررین بیان کرتے ہیں اور شیعہ اس کو ذکر سمجھ کر سنتے ہیں۔

متعہ

کتب شیعہ اور ذوق شیعی چار چیزوں میں مبالغہ کی حد سے بھی تجاوز کر جاتے ہیں۔ البداء، متعہ، تبرا اور تحریم مسح علی الخفین۔ امام باقر اور امام صادق کہتے ہیں جو متعہ کو حلال نہ سمجھے اور رجعت کا قائل نہ ہو وہ ہم میں سے نہیں ہے، علماء شیعہ کے نزدیک اہل بیت کے امتیازات اور علامتوں میں سے متعہ ہے، بظاہر فضائل متعہ اور اس پر عمل کرنے والوں کے لئے اجر عظیم ہے، اور اس پر کافی زور قلم آزمایا گیا ہے۔ بظاہر متعہ جاہلیت کے نکاح کی ایک شکل ہے، اس طرح شیعہ اسلام سے قبل جاہلیت کے منکرات کو زندہ رکھنا چاہتے ہیں اس پر زیادہ لکھنا مناسب نہیں ہے صرف اس سوال کا جواب دینا ضروری ہے کہ متعہ قرآن سے ثابت ہے یا نہیں؟

کتب شیعہ کا استدلال ہے کہ آیت "فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ فَرِيضَةً" متعہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اسلوب بیان اور ادب عربی اور ترتیب وحی اس کے بالکل خلاف ہیں کہ یہ جملہ متعہ میں نازل ہوا ہے، اس جملہ کی ترکیب ہی بگڑ جائے گی اگر یہ کہا جائے کہ متعہ میں نازل ہوئی ہے۔

بداء

کہ بداء کا استعمال قرآن میں موجود ہے جس کے معنی ظاہر ہونے کے ہیں، جو چیز پہلے پوشیدہ ہو پھر ظاہر ہو جائے "وَبَدَا لَهُمْ مِنَ اللَّهِ مَا لَمْ يَكُونُوا يَحْتَسِبُونَ" "وَبَدَا لَهُمْ سَيِّئَاتُ مَا كَسَبُوا" "ثُمَّ بَدَا لَهُمْ مِنْ بَعْدِ مَا رَأَوُا الْآيَاتِ لَيَسْجُنُنَّهُ" "قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ" وغیرہ سب میں کسی ایسی چیز کا ظاہر ہونا ہے جو پہلے پوشیدہ تھی اس کے مقابل ضلال ہے جس کے معنی ہیں معلوم کا زائل ہو جانا، "أَيْنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ قَالُوا ضَلُّوا عَنَّا" اور "وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ"، تیسری چیز غفلت ہے اور یہ کہ انسان لاعلم ہے مستقبل، حاضر و حادث سے انسان کے لیے یہ تینوں حالتیں ہیں اس لئے کہ جہالت اس کو ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہے، گزشتہ کو بھول جاتا ہے، حاضر سے وہ غافل ہے اور جو ہونے والا ہے اس سے وہ جاہل ہے۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو ہر شے کا علم اجمالی و تفصیلی ہے چاہے کلیات ہوں یا جزئیات اس کا علم ازل سے ابد تک ہر آن حاصل ہے، خلق و وجود سے پہلے ہو یا بعد میں اس لئے اللہ تعالیٰ کے لئے بداء، ضلال اور غفلت محال ہے ممتنع ہے۔ بداء کا تصور یہودیت سے ماخوذ ہے۔ تورات کی متعدد آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی کام کیا پھر اس کو ظاہر ہوا کہ یہ غلط تھا، صحیح تکوین کی پہلی فصل میں ہے: اللہ تعالیٰ نے دیکھا کہ جو کچھ اس نے کیا ہے وہ صحیح ہے گویا پیدا کرتے وقت اس کو معلوم نہ تھا کہ صحیح ہوگا یا نہیں بعد میں ظاہر ہوا۔ تکوین کی چھٹی فصل میں ہے "رب نے دیکھا کہ انسان کا شر بہت ہو گیا ہے اور یہ کہ اس کے تمام خیالات شہوانی اور شر میں تو رب کو افسوس ہوا کہ اس نے انسان کو زمین میں پیدا کیا اور اپنے دل میں بہت افسوس کرنے لگا تو اس نے کہا کہ وجہ الارض سے انسان کو مٹا دوں گا اس لئے کہ مجھے اس کے بنانے سے افسوس ہوا" تورات کی ان نصوص سے واضح ہے کہ بداء کے معنی صرف ظہور کے نہیں بلکہ ندامت پر کنایہ کیا جاتا ہے کہ اللہ کو پہلے سے اپنے خلق انسان کے بارے میں علم نہیں تھا کہ شریر ہوگا، بنانے کے بعد معلوم ہوا تو اس نے طوفان کے ذریعہ اس کو نیست و نابود کر دیا، پھر اسے رحم کی ضرورت ہوئی اور کہا کہ انسان کی وجہ سے تمام مخلوقات کو برباد کرنا اچھا نہیں اور اب میں ایسا نہیں کروں گا کہ سب کو فنا کر دوں بلکہ سب کے ساتھ رحمت کا معاملہ کروں گا۔

بداء، دو بشری صفات جہل، عداوت، حسد، کذب، ندامت اور غصہ انسانوں کی جبلت میں پایا جاتا ہے [illegible] کے مطابق ہے بداء کی نسبت تورات میں دیکھ کر ہی قرآن کی عظمت اور اعجاز کا یقین ہوتا ہے کہ اس کلام میں ایسی کوئی بات نہیں جس کو گرفت میں لایا جا سکے، یہی بداء تورات سے منتقل ہو کر اللہ کی ذات سے شیعوں کے دروازے تک پہنچ گیا

اور کتابوں میں لکھا گیا،

کتب شیعہ میں روایت ہے کہ امام صادق نے کہا ہے اگر لوگ بدا کے قول کا اجر جان لیں تو کوئی آن بھی بدا پر گفتگو کرنے سے خالی نہ رہیں اور امام صادق سے منقول ہے کہ بدا سے زیادہ کوئی بھی عبادت نہیں ہوسکتی،

تفویض

امور کو کسی سے متعلق کر دینا، کتب شیعہ میں اس کو بہت اہمیت دی گئی ہے جس سے صفات الٰہیہ کا خاتمہ کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفت خلق کو ائمہ کو تفویض کر دیا گیا ہے ائمہ جب چاہیں جس کو چاہیں پیدا کریں، غلاۃ شیعہ تو اس سے بھی آگے بڑھ جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ علی اور ان کی اولاد تو خود خدا ہیں، ان کو اللہ کی جانب سے تفویض کی ضرورت ہی نہیں ہے، وہ جو چاہیں کریں۔

تفویض سے مطلب یہ بھی ہے کہ دینی معاملات امام اور نبی کے سپرد کر دیے گئے ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ ان کو خود علم و ادب سکھاتا ہے اور پھر وہ دین اور تشریع کا کام خود انجام دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خلق عظیم عطا کیا اور دین ان کو تفویض کر دیا، رسول اللہ نے دین حضرت علی کو تفویض کیا اور اس طرح وہ جاری ہے، تفویض بیانی یعنی تشریع دین کے لئے جو چاہے امام کہے اس پر کوئی نکیر نہیں، تین آدمیوں نے امام صادق سے ایک آیت کے بارے میں سوال کیا انھوں نے تینوں کو تین جواب دیے، تقیہ کی وجہ سے یا تفویض کے لئے، اس طرح تفویض قرآن میں بھی ہے، امام کا جو جی چاہے وہ تفسیر کرے۔

حج نبوی

ہم سب جانتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ایک ہی حج ہجرت کے بعد کیا ہے، امام باقر اور امام صادق سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں اپنی قوم کے ساتھ بیس حج کئے ہیں، سب چھپ کر کئے گئے تھے، اس لئے کہ نسی کے سال تھے، عجیب سی بات ہے کہ آپ کی قوم بعثت سے قبل بہت زیادہ تھی اور کیسے ممکن تھا کہ آپ چھپ کر حج کرتے اور بعثت کے بعد حج مکہ میں فرض ہی نہیں ہوا تھا، آپ بعثت کے بعد سوائے اپنی شریعت کے اور کسی شریعت پر عمل نہیں کرتے تھے تو بیس حج کس شریعت کے مطابق ادا کئے؟

حج کا مہینہ

حضرت ابوبکر نے لوگوں کے ساتھ ۹ھ میں حج کیا، شیعی کتابوں میں ہے کہ ۹ھ کا حج ذیعقدہ میں ہوا تھا اس لئے کہ وہ نسی کا سال تھا، حالانکہ قرآن اس کو یوم الحج الاکبر قرار دیتا ہے۔

اُمہات کتب شیعہ

ان کتابوں کا ذکر ضروری ہے جن پر شیعوں کو اعتماد ہے، اس مقالہ میں ان ہی کتابوں کے اقتباسات نقل کئے گئے ہیں، شیعوں کے یہاں ہر فن میں بہت سی کتابیں ہیں۔ کتب اخبار (حدیث) جن پر اعتماد کیا جاتا ہے شیعی مجتہدین کے نزدیک چار ہیں، سب سے مقدم اور اولیت والی کتاب الکافی تین جلدوں میں ہے پہلی جلد اصول میں اور دوسری تیسری فروع میں یہ کتاب شیخ صدوق ثقۃ الاسلام ابوجعفر محمد بن یعقوب الکلینی کی ہے جو بلانزاع امام الائمہ شیعوں کے یہاں ہیں جیسے ہمارے یہاں امام بخاری کا مرتبہ ہے۔

کافی کے بعد دوسری کتاب التہذیب محمد بن حسن طوسی کی ہے فروع میں دو جلدیں ہیں۔ تیسری کتاب من لایحضرہ الفقیہ محمد بن علی بن بابویہ کی کتاب فروع میں ہے۔ چوتھی کتاب "الاستبصار فی ما اختلف فیہ الاخبار" محمد بن حسن الطوسی کی ہے۔ جو التہذیب کا اختصار ہے،

یہ چار امہات کتب ہیں ان سب کو وافی میں جمع کر دیا گیا ہے صاحب الوافی کا کہنا ہے کہ ان میں کچھ خلل بھی تھا جس کی تہذیب کرتے ہوئے کچھ زیادات کے ساتھ اس کو الوافی میں جمع کر دیا گیا ہے۔

شیعوں کی فقہ میں الشرائع اور النافع، اور ان کی کچھ کتابیں فقہ استدلالی پر بھی ہیں جیسے حدائق شیخ یوسف بحرانی اور جواہر شیخ محمد حسن کی، کتب تفسیر میں کتاب التبیان شیخ محمد بن حسن طوسی کی ہے اور کتاب مجمع البیان طبرسی کی ہے یہی سب سے زیادہ مشہور تفسیر ہے اور شیعوں میں بہت رائج ہے، اس میں لغت اعراب اور وجوہ قرأت مذکور ہیں، آیات الاحکام میں شیعوں کی کتاب قلائد الدرر فی بیان آیات الاحکام بالاثر ہے شیعوں کے یہاں تفسیر قرآن میں تحریف پورے طور پر ظاہر ہے

شیعوں کی سند اخبار اور کتب میں

کتب شیعہ میں ائمہ میں سے ایک امام جواد ولد علی سے یوں کہتے ہیں "لوگوں کو چھوڑو، لوگوں نے لوگوں سے لیا ہے اور تم رسول اللہ سے اخذ کرتے ہو (الوافی ج اول ص۱۳۳) اس کی سند کیا ہے؟ اس کا جواب شیعی کتابوں میں ہے کہ ہمارے مشائخ نے امام باقر اور امام صادق سے نقل کیا ہے، جبکہ تقیہ زوروں پر تھا جب شیوخ گذر گئے اور ختم ہو گئے تو کتابیں ہم تک پہونچیں، اس پر کسی امام نے کہا، حدثوا بہا فانہا صادقۃ (شرح الکافی) شیعوں کو اعتراف ہے کہ ان کو علم حلال و حرام اور مناسک امام باقر اور امام صادق کے وقت تک نہیں تھا، اس سے ظاہر ہے کہ تقیہ کو جمع کتب کا وسیلہ قرار دیا گیا ہے اور پھر ان کتابوں پر عمل کیا گیا۔

اہل علم کا کہنا ہے کہ شیعی اخبار کا متن موضوع ہے اور تمام اسانید جعلی ہیں، وضع کا فن امویین اور عباسیین کے دور میں بہت عام تھا، اس میں کچھ سیاسی اسباب کو بھی دخل ہے، اعداء اسلام یہود و نصاریٰ اور مجوس دینی لباس میں ظاہر ہو کر وضع حدیث کا کام خوب انجام دیتے رہے اور فضائل کے باب میں وضع حدیث حقیقی لبادہ اوڑھنے والوں نے بہت کیا پھر فضائل سے آگے بڑھ کر دوسروں پر رذائل کی بوچھار شیعوں کا فرض قرار دیا گیا۔

کہنے اور بیان کرنے کے لئے بہت زیادہ ہے جس کے لئے وقت میں گنجائش نہیں، مختصراً یہی کافی ہے کہ شیعہ اپنی عداوت دین میں کافی تجربہ کار ہیں اور یہود سے انھوں نے سب کچھ حاصل کیا ہے، ان کا بغض اسلام سے وہی ہے جو منطقیوں نے نسبت تباین کو قرار دیا ہے اس لئے ان کو سمجھنے کے لئے یہی کافی ہے کہ جو کچھ بھی اسلام میں ہو اس کے خلاف دین و مذہب قرار دیا جائے۔

اُمت اسلامیہ اور شیعی موقف

اس گروہ کی امت اسلامیہ سے عداوت ابتدا ہی سے واضح ہے۔ خلافت راشدہ کا زمانہ پورا نہ ہوا تھا کہ اس کو ختم کیا گیا۔ بنو امیہ کی حکومت تو سراسر ان کی عداوت اور سازشوں سے دوچار رہی۔ اس کے زوال میں ان کا بہت بڑا ہاتھ ہے۔ اس گروہ کو توقع تھی کہ بنو امیہ کے بعد حکومت علویین کی ہوگی لیکن آخر وقت میں عباسیوں نے کامیابی حاصل کر لی۔ عباسی دور میں بھی ان کی سازشیں جاری رہیں۔ اور الٹ پھیر ہوتے رہے۔ تاریخ کا رخ پھیرنے کی کوشش جاری رہی۔

مختصراً یہ کہ دشمنان اسلام سے گٹھ جوڑ میں ایران میں پہلوی حکومت قائم ہوئی جو سیاسی مصالح کی بنا پر ایک مدت چل سکی۔ لیکن شیعی امامت کا تخیل پورا نہیں ہو سکا اور ہمیشہ کی طرح خود اپنے پیر میں کلہاڑی چلانے کا عمل شروع ہوا، پہلوی حکومت کے ملبہ پر موجودہ ایرانی حکومت نے تعمیر شروع کی تخریبی فطرت سے تعمیر نہیں ہو سکتی اس لیے اب کھل کر سامنے آنے کی وجہ سے ہر شخص ان کو سمجھنے لگا ہے۔ تاریخ کے ہر دور میں علماء اور صلحاء نے ہمیشہ ان کی اسلام دشمنی کو واضح کیا ہے۔ محدثین اور ائمہ رجال نے ان کو مبتدع اور روایت میں متروک قرار دیا۔ امام ابن تیمیہ اور غزالی حضرت مجدد الف ثانی اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی وغیرہ سب نے اپنے عہد میں ان کی اسلام دشمنی کا اعلان کیا۔ کل کی بات ہے کہ مولانا عبدالشکور نے اسی لکھنؤ میں ان کے قبائح کو تقریر و تحریر کے ذریعہ سے مسترد کر دیا۔ لیکن اب بھی موجودہ پروپیگنڈہ کے پیش نظر ضرورت ہے کہ ان کے کفر بواح کو امت مسلمہ کے سامنے پیش کیا جائے۔

ہر قسم کی اسلامی ادبی اخلاقی درسی حمد نعت وسلام کی کتابیں ہر ماہ نئے رسالے ڈائجسٹ ہر سال نئے اسلامی کیلنڈر نئی جنتریاں اس سال اسلامی کیلنڈر قرآن کی آیات سے آراستہ چکنا کاغذ بہترین کتابت فی عدد تین روپئے۔ زیادہ تعداد میں منگانے والوں کے لئے خاص رعایت درجن عدد کیواسطے -/25 روپئے بھیجیں

مینارۂ نور

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی ولادت طیبہ پر بہترین عمدہ کتاب، توریت و انجیل اور ہندوؤں کی وید و پران اور ہمارے قرآن مجید کی گواہی۔ منتخب چالیس احادیث مبارکہ صحابہ کرام کی زندگی کے نمونے، حضور کے خطوط کا عکس۔ آپ کی پیشن گوئیاں سیرت پاک پر نئی کتاب۔ قیمت۔ Rs. 7/-

علاوہ ڈاک خرچ

قلم کار توجہ دیں۔ المدینہ کے لیے اپنے مضامین خوشخط اور جامع کاغذ کے ایک ہی طرف لکھا کریں۔ جنوری کا شمارہ دسمبر کے پہلے ہفتہ میں منظر عام پر آجائے گا۔

پتہ ڈاکٹر اسلام محمد شیخوپور بہیڑی ضلع بریلی (یوپی) 243201

سکریٹری رپورٹ سمینار اردو ادب پر حضرت سید احمد شہیدؒ کی تحریک کا اثر

منعقدہ ندوۃ العلما لکھنؤ

مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی
صدر شعبہ عربی ندوۃ العلماء۔

الحمد للہ والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا رسول اللہ، محمد وآلہ وصحبہ اجمعین!

حضرات! ہمارا یہ اجتماع ان علمی اجتماعات کی ایک کڑی ہے جو رابطہ ادب اسلامی کے تحت کئی سال سے منعقد کیے جاتے رہے ہیں، اس اجتماع سے قبل چار پانچ علمی اجتماع منعقد کیے گئے۔ جن میں ادب کے اسلامی تصور کو سامنے رکھتے ہوئے مضامین پیش کیے گئے، اور مذاکرہ ہوئے ادب اسلامی یوں تو کوئی نیا عنوان نہیں ہے لیکن کچھ ذہنوں میں اس کو اس طرح جگہ نہیں ملی جس طرح جگہ ملنی چاہئے، بعض ذہن ادب کے ساتھ اسلامی کا لفظ لگنے سے کچھ تعجب محسوس کرتے ہیں اور ان کو اس میں ایک محدود اور تنگ تصور کا احساس ہوتا ہے۔ رابطہ ادب اسلامی نے اسلامی ادب پر بحث و مذاکرے اور مضامین سے ان شکوک و شبہات کو کم کرنے کی کوشش کی اور الحمد للہ خاصی حد تک کامیابی ہوئی، اس سے قبل رابطہ نے دو سال کی مدت میں جن موضوعات پر مذاکرہ علمی منعقد کیے ان میں (۱) ادب کا اسلامی تصور، (۲) اسلامی ادب میں سوانح نگاری، افسانہ نگاری اور تنقید، (۳) اسلامی ادب میں طنز و مزاح، (۴) اسلامی ادب اور مغربی ادبی تحریکات کے موضوعات رہے ہیں، ان مذکورہ موضوعات میں ادب کے اچھے فضلاء نے حصہ لیا اور بیش قیمت مضامین پڑھے،

اب آج ہمارا یہ مذاکرہ علمی "اردو زبان و ادب پر حضرت سید احمد شہیدؒ کی تحریک کا اثر" کے موضوع پر منعقد ہونے جا رہا ہے، ہم کو مسرت ہے کہ ہندوستان کی متعدد دانش گاہوں کے موقر اساتذہ اور ملک کے متعدد سربر آوردہ اصحاب علم و ذوق ہمارے اس اجتماع کو اپنی شرکت سے قیمتی بنا رہے ہیں، ہم کو اس موضوع پر ان کے علم و مطالعے سے فائدہ اٹھانے کا ایک اچھا موقع مل رہا ہے، ہم ان سب کے شکر گزار ہیں کہ سفر کی زحمت و صعوبت اٹھا کر انہوں نے ہماری اس محفل کو زینت بخشی،

حضرات! ہمارے اس اجتماع کا موضوع کسی قدر ایک نیا موضوع ہے، اس پر باقاعدہ علمی مجلس ابھی تک منعقد نہیں کی گئی، اور نہ اس پر اہل علم و ذوق نے زیادہ کاوشیں صرف کیں، لیکن یہ موضوع ایک اہم موضوع ہے، کیونکہ برصغیر کے مسلمانوں پر بلکہ ان کے علاوہ دیگر اہل مذاہب کی عمومی زندگی اور ان کی مشترک زبان اردو پر حضرت سید احمد شہیدؒ کی تحریک اصلاح و جہاد نے خاصا اثر ڈالا ہے۔ زبان زندگی کو متاثر کرنے کا ذریعہ ہوتی ہے اور زندگی کی ترجمانی کا وسیلہ بھی۔ اور یہ بات گذشتہ ڈیڑھ دو صدی کی مدت میں اس پورے برصغیر میں سب سے زیادہ اردو کو حاصل رہی ہے اور یہی وہ زمانہ ہے جس کے شروع کے عہد میں حضرت سید احمد شہیدؒ کی تحریک اصلاح و جہاد سے سرشار لوگ برصغیر کے طول و عرض اور اس کے اطراف و اکناف میں پھیل گئے تھے اور انہوں نے اپنی اپنی صلاحیتوں کے مطابق یہاں کے لوگوں میں کام کیا، تقریر و وعظ، تصنیف و تالیف، اور تربیت کے مختلف ذرائع اختیار کیے۔ ان کے پیش نظر چونکہ اپنی بات لوگوں کے دلوں میں اتارنا تھی، لہٰذا اس کے لیے انہوں نے اپنی علمی و ادبی صلاحیتوں کو استعمال کیا، انہوں نے سامعین و قارئین کی علمی و ادبی سطح کا خیال کیا اور ان کی زندگی کی عملی صورت حال کو پیش نظر رکھا اور بات اس طرح کہنے کی کوشش کی کہ ان کے دل میں اتر جائے۔ اور کوشش کی یہی وہ نوعیت ہوتی ہے جو ایک ادیب میں اچھا ادب اور ایک صاحب علم میں اچھا علم پیش کرنے کی صلاحیت ابھار دیتی ہے اور علم و ادب کے سرمایہ میں بیش قیمت اضافہ ہو جاتا ہے۔ حضرت سید احمد شہیدؒ کی تحریک سے قبل اردو مرصع و مسجع اسلوب سے بوجھل تھی، اس بوجھ کے ساتھ مخاطبین میں موثر و دلدار کام انجام نہیں دیا جا سکتا تھا لہٰذا فطری بات تھی کہ اس عظیم اصلاحی تحریک کے اہل قلم و زبان آسان اور زیادہ سمجھا جانے والا اسلوب اختیار کریں اور چونکہ یہ حضرات ملک کے طول و عرض میں پھیلے اور عامۃ الناس کی بڑی تعداد پر اثر انداز ہوئے۔ اس لئے ان کے اثر سے اردو زبان و ادب کے اسلوب میں ایک موڑ کا آنا بالکل فطری تھا، اور وہ آیا بھی اس کے اثرات عرصہ تک جاری رہے، متعدد اہل علم کی تحریریں اور تصنیفات اس کی گواہ ہیں، سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تحریک سے اولین اور گہرا تعلق رکھنے والے اس طرح کے حضرات میں جو تمام زیادہ نمایاں ہیں، ان میں مولانا محمد اسماعیل شہیدؒ جن کی "تقویۃ الایمان" کے بیسیوں ایڈیشن شائع ہوئے اور ملک کے طول و عرض میں پھیلے، مولانا خرم علی بلہوری جن کی نصیحۃ المسلمین اور رسالہ جہادیہ ہے ان کے علاوہ مولانا کرامت علی جونپوری جو چند در چند مقبول کتابوں کے مصنف ہیں، مولانا عبدالرزاق کلامی جن کی "فتوح الشام" کے منظوم ترجمہ صمصام الاسلام نے عرصہ تک اسلامی جذبات میں گرمی اور جوش پیدا کیا اور وہ اردو میں ایک عظیم شاہنامہ جہادیہ بنی، ان کے علاوہ عظیم اردو شاعر مومن خاں مومن جن کی مثنوی جہادیہ بھی ہے اور مولانا فخرالدین خیالی جن کی مسدس خیالی ہے، اور دیگر حضرات کے نام لیے جا سکتے ہیں۔

اس اولین عہد کے بعد کے دور میں تحریک خلافت اور تحریک آزادی نیز برصغیر کی اصلاحی کوششوں میں جو جذب کارفرما رہا اس میں حضرت شہید کی تحریک سے بڑی رہنمائی اور اس کے ادب سے طاقت ملی، یہ مذاکرہ علمی ان ہی امور کے سلسلہ میں بحث و مذاکرہ کرنے کے لیے رابطہ ادب اسلامی کے زیر سرپرستی منعقد کیا جا رہا ہے۔

حضرات! ادب اسلامی کا یہ ادارہ رابطہ ادب اسلامی ایک نو خیز ادارہ ہے، اس کے قیام کا فیصلہ آج سے ڈھائی سال قبل مکہ مکرمہ کے ایک ایسے اجتماع میں کیا گیا جس میں مختلف اسلامی ملکوں کے فضلاء و اساتذہ ادب شریک ہوئے تھے اور پھر باقاعدہ ایک بڑے اجتماع میں جو ہمارے اسی ندوۃ العلماء میں تقریباً دو سال قبل منعقد ہوا تھا، اس ادارہ کا قیام عمل میں آیا، اس ادارہ نے اپنی ایک مجلس علمی قائم کی اور اس کی رکنیت کے لیے پورے عالم اسلام کی ان ادبی شخصیتوں پر نظر ڈالی جو نہ صرف یہ کہ ادب کے اسلامی تصور کے حامل ہیں بلکہ ادب پر ان کا کچھ نہ کچھ ٹھوس اور مضبوط کام بھی ہے۔ رابطہ ادب اسلامی کی مجلس علمی کی رکنیت کے لیے ایسے ہی ناموں کو قبول کیا گیا اس رکنیت کے لیے کچھ شرائط رکھے گئے، جن کے مطابق رابطہ ادب اسلامی علماء آمد کرتا ہے ہم کو خوشی ہے کہ رابطہ ادب اسلامی کی مجلس علمی میں اس وقت تک ڈیڑھ سو سے زائد ادیب رکن بن چکے ہیں جن میں ہندوستان کے علاوہ بلاد عرب کے ادیبوں کی خاصی تعداد ہے۔

رابطہ ادب اسلامی کا صدر دفتر فی الحال ندوۃ العلماء لکھنؤ میں ہے، اس کی مجلس علمی کی شاخیں دیگر خطوں اور علاقوں میں ہیں، ادب اسلامی کے مقاصد کے لیے لکھنؤ مرکز کے علاوہ دیگر خطوں میں بھی متعدد اساتذۂ ادب کوشاں ہیں جن میں خاص طور پر مصر و شام و حجاز و نجد و مراکش کے اہل ادب و علم نمایاں ہیں۔ رابطہ ادب اسلامی کا کام جیسا کہ آپ کے علم میں ہے صرف علمی و ادبی دائروں تک محدود ہے وہ سیاسی یا جماعتی دائروں سے بالکل علیحدہ ہے کیونکہ اس کے مقاصد صرف اسلامی و ادبی ہیں جو ادب کے اسلامی تصور کے سب حاملین کے لیے مشترک ہیں، سیاسی و جماعتی وابستگیوں سے ہٹ کر ایسے جو حضرات ہمارے ساتھ تعاون کرتے ہیں، ہم کو ان کے تعاون سے نہ صرف مسرت ہے بلکہ ہم ان کے مشکور ہیں، ہم اللہ رب العزت سے دعا کرتے ہیں کہ ہم کو اخلاص کے ساتھ صحیح راہوں پر کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور قبولیت سے نوازے،

ربنا وفقنا لما تحب وترضی
واجعل آخرتنا خیراً من الاولیٰ
ولا حول ولا قوۃ الا باللہ
وصلی اللہ علی نبیہ ورسولہ
محمد وعلی آلہ
وصحبہ اجمعین۔

حضرت سید احمد شہیدؒ کی تحریک کے

اثرات اردو زبان وادب پر

بہاء الدین سلیمان

رابطہ ادب اسلامی ہند کے زیر اہتمام اردو زبان وادب پر سید احمد شہید کی تحریک کے اثرات کے موضوع پر دو روزہ سیمینار ۱۱ر نومبر سے رابطہ کے صدر مقام دارالعلوم ندوۃ العلماء میں شبلی لائبریری ہال میں زیر صدارت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی منعقد ہوا جس میں ہندوستان کی مختلف یونیورسٹیوں اور مدارس اسلامیہ کے مشاہیر ادباء اور چوٹی کے اہل قلم حضرات نے شرکت کی۔

رابطہ نے اپنی اس دو روزہ کانفرنس کے لیے جو عنوان منتخب کیا تھا اس کا تعلق ہندوستان سے بہت گہرا ہے اور ملک میں دینی اور اصلاحی سرگرمیوں کے اعتبار سے ہندوستان کو برطانوی اقتدار و استعمار سے آزاد کرانے میں پہل کرنے والوں کو یاد کیے جانے کی ضرورت کے اعتبار سے یہ سیمینار نہ صرف برمحل ہے بلکہ اپنی افادیت و اہمیت کے لحاظ سے بہت اہم ہے۔

کیونکہ ہندوستان کو غیر ملکی طاقت سے نجات دلانے کی جدوجہد کا آغاز سید احمد شہیدؒ اور ان کی جماعت نے ہی کیا تھا اور ۱۸۵۷ء میں آزادی کی بھرپور جدوجہد شروع ہوئی اگرچہ اس میں برادران وطن شامل تھے لیکن قیادت اصلاً مسلمانوں کے ہاتھ تھی۔ اور سید احمد شہیدؒ اور ان کے رفقاء کار مجاہدین کے بچے کچھے افراد کا اس جدوجہد میں قائدانہ اور اہم رول تھا۔ سید احمد شہیدؒ کی تحریک نے اردو زبان کو بھی متاثر کیا جو اس وقت یا تو شاعری کی زبان تھی یا بہت اونچے حلقوں میں قافیہ اور سجع میں مقید تھی۔ سید احمد شہید کی تحریک ایک اصلاحی، تجدیدی اور انقلابی تحریک تھی جس کے اہم مقاصد میں عقیدہ توحید کی اشاعت مسلم سماج سے بدعات و خرافات اور سیئات و منکرات کا خاتمہ اور ملک میں جو انگریزوں کے قبضہ میں تھا آزادی کی روح بیدار کرنا تھا جس کو اس زمانہ میں تحریک جہاد کا نام دیا گیا تھا۔

جب کوئی اصلاحی تحریک جنم لیتی ہے تو وہ صرف لوگوں کے ذہن و دماغ کو متاثر کرتی ہے بلکہ زبان وادب پر بھی اس کا اثر فطری کاری ہے تحریک کو زبان کی ضرورت پڑتی ہے اور زبان کو تحریک کی ضرورت ہوتی ہے جس سے زبان وادب کو پھلنے پھولنے اور پروان چڑھنے میں مدد ملتی ہے۔ سید صاحب کی تحریک سے اردو زبان نے بہت فائدہ اٹھایا ہے، کیونکہ تحریک کے لیے لٹریچر کی ضرورت پڑتی ہے چنانچہ اس تحریک نے جو لٹریچر پیدا کیا۔ اس میں اتفاق سے جو چیزیں دستیاب ہیں وہ ایسی ہیں جن میں دینی و اسلامی موضوعات کو پیش کیا گیا ہے ان رسالوں کی وجہ سے اردو زبان وادب میں ترقی ہوئی سلاست و روانی اور سیدھی سادھی زبان کا رواج ہوا۔ اردو کی اشاعت اور اضافہ کے ساتھ اردو زبان کو اصلاحی اور دعوتی اسلوب ملا۔ ان رسائل نے اردو کو عوامی زبان بنا دیا اور رفتہ رفتہ وہ جنگ آزادی کی سب سے اہم اور مؤثر زبان بن گئی۔ اس میں شک نہیں کہ آزادی کی پوری جنگ اردو زبان میں لڑی گئی۔ جن اصلاحی اور دینی مقاصد کے لیے یہ تحریک چلائی گئی تھی وہ مقاصد اور مضامین اردو زبان وادب میں نمایاں ہوئے سرسید احمد خاں کے مشہور رسالہ تہذیب الاخلاق کے اصلاحی مضامین بڑی حد تک اس تحریک کے رہین منت قرار دیے جاتے ہیں اردو شاعری میں توحید اور اتباع رسول پر اصرار اور بدعت و خرافات سے اجتناب کے مضامین شامل ہوئے۔ مومن خاں مومن نے جہاد کی تائید کی اور سید احمد شہیدؒ کی مدح میں بلند پایہ قصیدے لکھے۔

خود سید احمد شہیدؒ کے خاندان کے ممتاز لوگوں نے بھی شعر و نثر میں ان کی تحریک کے مختلف مضامین کو سامنے رکھا۔ مثلاً سید عبدالرزاق کلامی کی ۲۵ ہزار اشعار پر مشتمل منظوم (فتوح الشام) جو اردو کی بہترین مثنویوں میں شمار کیے جانے کے لائق ہے۔ اور اسی خاندان کے سید فخرالدین خیالی کی مسدس حالی کے جواب میں مسدس خیالی اسی زمانہ میں شائع ہوئی غرض سید احمد شہیدؒ نے آزادی کی جو روح پھونکی تھی وہ اردو شاعری کا اہم موضوع رہی۔ اس وقت سے لے کر آزادی ہند تک اردو شاعری میں اس کی گونج سنائی دیتی رہی۔ رابطہ ادب اسلامی نے یہ موضوع غالباً اس لیے منتخب کیا تھا کہ اردو ادب کا اس حیثیت سے بہت کم جائزہ لیا گیا اور انشاء اللہ اس سیمینار کے نتیجہ میں اردو تاریخ کی ایک کمی پوری ہوگی۔

افتتاحی جلسہ

اس کل ہند دو روزہ سیمینار کی پہلی نشست کا آغاز مورخہ ۱۱ر نومبر بروز بدھ زیر صدارت حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، دارالعلوم ندوۃ العلماء کی شبلی لائبریری ہال میں تلاوت کلام پاک سے ہوا اس کے بعد رابطہ ادب اسلامی کے جنرل سکریٹری مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی نے رابطہ کی سرگرمیوں پر ایک مختصر جامع رپورٹ پیش کی انھوں نے رابطہ کی سرگرمیوں کا ذکر کرتے ہوئے یہ بھی کہا کہ رابطہ کسی جماعت یا سیاست سے منسلک نہیں ہے اس نشست کی نظامت رابطہ کے جنرل سکریٹری فرما رہے تھے۔ تلاوت کلام پاک اور جنرل سکریٹری کی مختصر رپورٹ کے بعد صدر جلسہ حضرت مولانا نے تحریک اور اردو زبان کے مابین رشتہ اور دونوں کا ایک دوسرے پر اثر انداز ہونے کے ضمن میں اس اہم نکتہ پر زور دیا کہ دنیا کا کوئی انقلاب زبان کے بغیر نہیں ہوا۔ اسلامی انقلاب نے زبان سے اتنا بڑا کام لیا کہ اتنا کہیں بھی نہیں ہوگا۔ اسلام کے بہترین ترجمان اور داعیان اس زبان کے بہترین خطیب تھے اور بہترین طریقہ پر اپنے اظہار خیال پر قادر تھے۔ اس کا مقصد بات کو دل میں اتارنا تھا۔ ہندوستان میں صوفیاء کرام نے عربی و فارسی کی دھاک بٹھانے کی کوشش نہیں کی بلکہ وہ ایسی زبان استعمال کرتے تھے کہ ناخواندہ لوگ ان کی بات کو سمجھ لیں چنانچہ زبان کی تاریخ بتاتی ہے کہ اس کا بڑا حصہ زبان وادب داعی حضرات اور اہل علم و صوفیاء کرام کی دین اور ان کا عطیہ ہے، ان کا مطمح نظر یہ تھا کہ ان کی بات دل میں اتر جائے یہی جذبہ ان کے اندر کار فرما تھا اس لیے صوفیاء کرام اور اہل دل ہی کا وہ طبقہ ہے جن کے سامنے واحد یہ مقصد یہ ہوتا تھا کہ ان کی بات لوگوں کے دلوں میں اتر جائے اسی طریقہ سے ہم دیکھتے ہیں کہ دعوت کے بعد دوسرا نمبر تحریک کا ہے جس کو ایسی زبان کی ضرورت ہوتی ہے کہ ان کے جذبے کو عام کر سکے، سید احمد شہیدؒ اور ان کے رفقاء کار نے عام فہم اردو زبان میں تبلیغ سے خطاب کرنے کا رواج پیدا کیا۔

سید احمد شہیدؒ نے دینی جذبہ کو عام کرنے اور انقلاب لانے کے لیے زبان اور بیان کو نظر انداز نہیں کیا یہاں تک کہ عین میدان جنگ میں بھی شاعری کی ضرورت کو نظر انداز نہیں کیا! تاریخ بتاتی ہے کہ تمام تحریکوں نے زبان کو وسعت دی ہے۔ اسی طرح اس تحریک کا مسئلہ ہے کہ ہندوستان کی تحریک شاہ ولی اللہؒ کے عہد سے شروع ہوتی ہے اس کے نتیجہ میں ان کے دو صاحبزادوں نے قرآن کا ترجمہ الگ الگ نہج سے کیا ایک نے تحت لفظ اور دوسرے سے سلیس و شستہ، میں کہہ سکتا ہوں کہ اس طرح کا کامیاب ترجمہ اب تک نہیں ہوا ہے بڑے بڑے مفسرین اور شارح قرآن حتی کہ علامہ زمخشری وغیرہ بھی بعض جگہ جامع شرح نہ کر سکے مثلاً قرآن کی ایک آیت ہے قالوا بعزۃ فرعون ... فرعون سے ساحرون کو بڑی امیدیں ہیں موسیٰ سے مقابلہ ہے اور وہ میدان جیت لینا چاہتا ہے اس ماحول میں جادوگروں نے کہا کہ فرعون کی عزت کی قسم ہم ہی غالب ہوں گے لیکن شاہ صاحب کے صاحبزادہ شاہ عبدالقادرؒ اس کا ترجمہ کیا کہ سرکار کے اقبال سے ہم ہی غالب ہوں گے۔ فرعون کو خوش کرنا تھا اس ماحول میں اس سے بہتر ترجمہ ہو نہیں سکتا۔ یہاں شاہ صاحب نے بہترین ترجمہ کیا میں اس بات کی وضاحت کر دینا چاہتا ہوں کہ شاہ عبدالقادر کا یہ ترجمہ اسی جماعت کے ایماء پر شائع ہوا ہے۔ کلکتہ میں پہلی مرتبہ یہ ترجمہ شائع ہوا ہے جس نے اردو زبان وادب پر بہت زیادہ اثر ڈالا سید صاحب رفقاء نے اردو کتاب پڑھنے کا رواج پیدا کیا مذہبی معلومات میں ایسا رواج اس سے پہلے نہیں تھا۔ مولانا نے زبان کے مؤثر استعمالات کی متعدد مثالیں پیش کیں۔

انھوں نے کہا کہ انقلاب زندہ باد کے نعرہ کا بدل کوئی بھی زبان نہیں پیش کر سکتی اسی طرح لفظ شہید میں جو

دلکشی ہے وہ کسی اور لفظ میں نہیں ہے۔ شہید کے لفظ کے ساتھ ساتھ ایک روایت وابستہ ہے اسی طرح مجاہد کا لفظ ہے۔ اس لفظ سے عملی واقعات وابستہ ہیں۔

مولانا نے اخیر میں فرمایا کہ یہ جو رابطہ کی طرف سے سیمینار منعقد کیا گیا ہے اس لیے کہ حقیقت و انصاف کا مطالبہ پورا کریں۔

تاکہ ہم اس مجلس کے ذریعہ محسوس کر سکیں، سید احمد شہیدؒ کی تحریک سے اردو زبان وادب کو کیا فائدہ پہنچا۔ زبان کا تعلق صرف گوش و ہوش سے نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق دل و جذبات سے بھی ہے وہ زبان جو دلوں کو گرماتی ہے جب اس میں حرارت ہو اور زبان کا زندگی سے ربط اس وقت ہوتا ہے جب وہ تحریک کی زبان بن جاتی ہے اس میں تاثیر پیدا ہو جاتی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مقصد و تاثیر کے لحاظ سے ان لوگوں کا کلام ادبی شہ پارہ کہلانے کا مستحق ہے۔

حضرت مولانا کی افتتاحی تقریر کے بعد باہر سے آنے والے مہمانان گرامی کے تاثرات کا سلسلہ شروع ہوا اس موقع پر دہلی یونیورسٹی کے شعبہ اردو کے سابق صدر پروفیسر خواجہ احمد فاروقی نے اپنے تاثرات پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ سید احمد شہیدؒ کی تحریک ایک ایسی تحریک ہے جس پر بہت سے الزامات عائد کیے گئے ہیں کچھ لوگوں نے کہا کہ یہ تحریک چند مذہبی لوگوں کی کوششوں و کاوشوں کا نتیجہ ہے اور سرسید نے اسے چند مذہبی علماء کی کوشش قرار دیا ہے لیکن ضرورت اس بات کی ہے کہ اس منظم تحریک پر غور کریں۔ اور مختلف پہلوؤں کو سامنے رکھیں اس وقت کے حالات و ماحول کو پیش نظر رکھ کر فیصلہ کریں سید صاحب کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ اس وقت شرک و بت پرستی اور اوہام پرستی کو دور کرنے اور اصلاح معاشرہ کے لیے سہل و آسان زبان سے کام لیا۔ ان مجاہدین نے جن کتابوں اور جن چیزوں کو شائع کیا ہے وہ آسان اور سہل زبان میں ہیں۔ پروفیسر صاحب نے اس بات پر بھی زور دیا کہ ندوہ میں ایک ایسا شعبہ قائم کیا جائے جہاں ہندی اور انگریزی میں کام ہو اور ان کی تحریک کے خلاف جو الزامات لگائے گئے ہیں ان کی تردید کی جائے۔

ڈاکٹر مشیر الحق صاحب ندوی

کشمیر یونیورسٹی کے وائس چانسلر پروفیسر مشیر الحق صاحب نے اپنے تاثرات میں خواجہ صاحب کی پیش کردہ تجویز کی تائید کی سید احمد شہید کی تحریک کے مطالعہ کے لیے ایک شعبہ قائم کیا جائے۔ ان کا خیال تھا کہ تحریک کو ہمیں اپنے پیمانوں سے نہیں ناپنے چاہیے اور اس دور کا بھی جائزہ لینا چاہیے جس دور کی یہ تحریک ہے۔ وائس چانسلر صاحب کا خیال تھا اس زمانہ میں وطن کا تصور نہیں تھا جو آج ہے اور انھوں نے کہا کہ اس تحریک کا بنیادی مقصد ایک صالح معاشرہ کی تشکیل و تعمیر تھی اور صحیح اسلامی روح پیدا کرنا تھا اس تحریک نے جو لٹریچر پیدا کیا اس میں اتفاق سے جو چیزیں دستیاب ہیں وہ ایسی ہیں جن میں دینی و اسلامی موضوعات کو پیش کیا گیا ہے۔ ان رسالوں کی وجہ سے زبان میں ترقی ہوئی سادہ زبان کا رواج ہوا اور اس تحریک نے ادب کے میدان میں سحر انگیز اثر چھوڑا۔

ڈاکٹر نثار احمد فاروقی صاحب

اللہ تعالیٰ نے دنیا میں انسان کو جن نعمتوں سے نوازا ہے ان میں جان سب سے پیاری چیز ہے لیکن ایک چیز ایسی بھی ہے جس کے لیے جان کی بھی بازی و قربانی دی جاتی ہے۔ وہ ہے عقیدہ جو جان سے بھی زیادہ قیمتی وہ پیاری چیز ہے ہمارے اسلاف نے عہد رسالت سے آج تک اس عقیدہ کے تحفظ کے لیے کوشش کی ہے وہ عقیدہ اپنی جگہ قائم و دائم ہے جیسا کہ حضرت مولانا ندوی مدظلہ العالی نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ زبان، جذبہ، اور تحریک یہ تینوں چیزیں بہت ہی اہم اور ضروری وہ جو عقیدہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ ادب و زبان کو ضرورت ہے کہ وہ عوام تک اثرات پہونچائے۔ ہمارے صوفیاء کرام نے جو کام کیا ہے اسے عام آدمی بھی آسانی سے سمجھ سکتا ہے

صوفیائے کرام نے دراصل دلی جذبات و افکار اور احساسات کو دوسروں تک پہنچانے کے لیے آسان اور سہل زبان کو استعمال کیا۔ سید صاحب کی یہ جو تحریک ہے اس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ ہندوستان میں اسلامی معاشرہ کو بیدار کر دیا ـــ ہندوستان میں جو آزادی کی لہر چلی اور ان میں جو تیزی آئی وہ سید احمد شہیدؒ کی انقلابی تحریک کی دین ہے اس تحریک کے بعد اردو زبان میں بہت زیادہ کام ہوا۔

ڈاکٹر عبداللہ عباس صاحب ندوی

ام القریٰ یونیورسٹی کے سابق پروفیسر معتمد تعلیمات دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی کی تجویز تھی کہ سید احمد شہیدؒ کے بارے میں بین الاقوامی سطح پر ایک مذاکرہ ہونا چاہیے اس کے بعد پہلی نشست ختم ہوئی۔

پھر اس کے بعد سہ پہر ساڑھے تین بجے دن سید احمد شہید اور ان کی تحریک سے متعلق کتابوں اور مخطوطات پر مشتمل ایک نمائش کا افتتاح بھی ہوا۔

دوسری نشست بعد نماز مغرب زیر صدارت ڈاکٹر سید صباح الدین عبدالرحمان صاحب منعقد ہوئی اور نظامت کا فریضہ دارالعلوم کلیۃ اللغۃ کے استاذ مولانا عبدالنور صاحب ندوی انجام دے رہے تھے۔

اس مجلس میں سب سے پہلے مولانا سلمان حسینی ندوی استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء نے اپنے مقالہ میں اردو زبان و ادب پر سید صاحب کی تحریک کے اثرات کا جامع انداز میں جائزہ پیش کیا، اور انھوں نے ادب کی تقسیم کرتے ہوئے فرمایا کہ سید احمد شہید اور ان کے رفقا کار کا ادب طاقتور اور مؤثر تھا۔ جس نے زندگیوں میں تبدیلی پیدا کر دی۔ سید اسماعیل شہیدؒ اور ان کے رفقا کی تقریروں اور زبان و بیان سے لاکھوں حضرات تائب ہوئے۔

اس کے بعد ڈاکٹر غیاث الدین صاحب ندوی نے سید صاحب کی تحریک کے مخالف لٹریچر کا جائزہ لیا۔ علی گڑھ یونیورسٹی کے ڈاکٹر یٰسین مظہر ندوی نے سید احمد شہید کی سورہ فاتحہ کی تفسیر کا دوسرے مختلف مفسرین کی تفسیروں سے موازنہ کیا اور سید صاحب کی تفسیر کی خصوصیت و اہمیت کو اجاگر کیا۔

کشمیر یونیورسٹی کے وائس چانسلر ڈاکٹر مشیر الحق ندوی نے اپنے مقالہ میں اردو زبان پر تحریک کے بالخصوص نثر پر اثرات کا جائزہ لیا۔ انھوں نے عقیدہ اور نظریہ میں بنیادی فرق کو واضح کرتے ہوئے کہا کہ عقیدہ کا تعلق دل سے ہوتا ہے، سید صاحب کی تحریک عقیدہ پر مبنی تھی جو مصلحت اور وقتی فائدے کے تحت دوسرے کے عقیدے سے مصالحت نہیں کرتی۔ سید صاحب نے بے لچک موقف اختیار کیا تھا اسی کا اثر ہے کہ اس تحریک سے منسلک مصنفین کے یہاں بھی بے لچک تحریریں پائی جاتی ہیں اور نتیجہ کی پرواہ کیے بغیر اپنی بات کہتے رہے ہیں۔ اردو زبان وادب میں بے لچک اور غیر مصالحتی اسلوب سید صاحب کی تحریک سے وجود میں آیا۔ اخیر میں صدر جلسہ نے صدارتی تقریر میں ڈاکٹر مشیر الحق کے مقالہ کو خاص طور سے سراہا۔

۱۲ر نومبر سیمینار کا آخری دن تھا آج کی پہلی نشست طفیل احمد مدنی کے نعتیہ کلام سے صبح ۹ بجے دن زیر صدارت ڈاکٹر خواجہ احمد فاروقی شروع ہوئی۔ اس جلسہ کی نظامت دارالعلوم کے استاذ مولانا نذر الحفیظ صاحب ندوی فرما رہے تھے، مقالوں کا سلسلہ شروع ہونے سے پہلے مولانا خالد صاحب ندوی مہتمم جامعۃ الہدایہ جے پور نے سید المجاہدین امیر المومنین کی شخصیت و منقبت پر ایک منظوم تاثر پیش کیا۔ اس کے بعد مقالات کا سلسلہ شروع ہوا۔ اور اس کے پہلے مقالہ نگار علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے صدر شعبہ ادب عربی ڈاکٹر [illegible] ندوی نے سید احمد شہید کی تحریک کا اثر اردو نثر نگاری پر ایک مقالہ پیش کیا اور انھوں نے تحریک شہید کا جائزہ دیتے ہوئے کچھ نمونے بھی پیش کیے۔

پھر اس کے بعد مسلم یونیورسٹی کے پروفیسر ڈاکٹر مسعود الرحمن خاں ندوی نے تقویۃ الایمان کے فکری اور ادبی اسلوب کے موضوع پر مقالہ پیش کیا۔ جواہر لال یونیورسٹی کے پروفیسر ڈاکٹر محمد محسن عثمانی ندوی نے کلام اقبال میں روح جہاد کی تلاش کے موضوع پر مقالہ پیش کیا۔ اور اقبال کے اشعار کے حوالوں سے سید صاحب کی تحریک جہاد اور اس کے اثرات کو پیش کیا۔

پھر ہارون رشید صاحب ناظر معہد دارالعلوم ندوۃ العلماء نے اس وقت کے دور سے لیکر موجودہ دور تک شعر اور زبان پر تحریک کے اثرات کا جائزہ لیا۔

مولانا عتیق احمد صاحب قاسمی استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء نے تحریک [illegible]

(بقیہ ...)